شہیدِ حقؒ

حضرت حسین بن منصور حلاجؒ

این سخن را بدل یقین دانی، جز محبّت ہمہ ست نادانی۔

اس بات پر دل سے یقین کر کہ محبت کے سوا جو کچھ ہے وہ بے وقوفی ہے۔

(حضرت سچل سرمستؒ)

شہیدِ حقؒ

حضرت حسین بن منصور حلاجؒ

مؤلف

بیدل مسرور بدوی

سچلؒ چیئر

شاہ عبداللطیف یونیورسٹی، خیرپور، سندھ

شہیدِ حق، حضرت حسین بن منصور حلاجؒ

مؤلف: بیدل مسرور بدوی

باراول: دسمبر ۲۰۱۱ء

تعداد اشاعت: ایک ہزار

سرورق: سعید منگی

کمپوزنگ: آصف رضا نظامانی

طابع: پوپٹ پرنٹنگ پریس-مال روڈ، خیرپور، سندھ

ناشر: سچلؒ چیئر-شاہ عبداللطیف یونیورسٹی، خیرپور، سندھ

قیمت: ۱۰۰ روپے

SHAHEED-E-HAQ - Hazrat Hussain bin Mansoor Hilaj (Urdu)

Writer: **Bedil Masroor Badvi**

Edition: First December - 2011

Title Design: Saeed Mangi

Composing: Asif Raza Nizamani

Printer: Popat Printing Press - Mall Road, Khairpur Sindh, Pakistan.

Publisher: Sachal Chair - Shah Abdul Latif University, Khairpur Sindh, Pakistan.

Price: **Rs. 100/-** per copy.

انتساب

بصد عقیدت واحترام

الحاج قاضی علی اکبر درازیؒ

اوران محققوں، مؤلفوں، ترجمہ نگاروں، مقالا نگاروں، شاعروں اوران گائکوں اور فقرأ کے نام

جنھوں نے حضرت سچل سرمستؒ کے سوانح اور کلام پر تحقیق کی، ترجمے کئے، ان کے کلام کی اشاعت کی، مقالات لکھے، ان کی عقیدت میں کلام لکھے اور درگاہ کے آنگن میں یا ریڈیو، ٹی وی پر و الہانہ انداز میں ان کا مست اور بیخود کرنے والا کلام گایا۔ اور سارے سجادہ نشین قدس اللہ اسرار ہما کے

نام------

بیدل مسرور بدوی

فہرست

عرض ناشر	ایاز گل- ایڈیشنل ڈائریکٹر سچل چیئر
پیغام	پروفیسر ڈاکٹر نیلوفر شیخ- وائیس چانسلر
پیش لفظ	بیدل مسرور بدوی- مؤلف

سوانحی خاکہ حضرت سچل سرمستؒ

سوانحی خاکہ حضرت حسین بن منصور حلاجؒ

حضرت حسین بن منصور حلاجؒ کے بارے میں مشائخ کرام کی آرائ:

ارشادات حضرت حسین بن منصور حلاجؒ:

مطالعۂ کلام حضرت سچل سرمستؒ

حسین بن منصور حلاجؒ کے متعلق سچل سرمستؒ کا فارسی کلام معہ ترجمہ

{}

ایک یادداشت نامہ

ٹی وی پروگرام "محبتوں کے سفیر" میں حضرت سچل سرمستؒ کا شامل کلام

مجھ کو فنا کرے گی جاناں تیری جدائی۔ فنکار: مہدی حسن۔ ۲۲،۴،۱۹۹۶۔

اصل متن: مجھ کوں جو مارتی ہے۔

جس دل پیتا عشق دا جام، سا دل مست و مست مدام۔

فنکار: سہراب فقیر۔۔ ۲۲،۴،۱۹۹۶۔

کیا کروں میں جو میرا کوئی اختیار نہیں۔ فنکار: مہناز۔۔ ۲۲،۴،۱۹۹۶۔

کاگا نے یہ خبر سنائی، یار میرے گھر آوے گا۔ فنکار: ٹینا ثانی۔۔ ۲۲،۴،۱۹۹۶۔

برہا کی سب مشکل بازی، کون اسے سمجھائے گا۔

اصل متن: برہا ہے سارا مشکل بازی

کون رے ہاتھ لگاوے گا

فنکار: روبینہ قریشی۔ ۱۳،۵،۱۹۹۶۔

اس درد نے اے دلبر، یوں بیخبر کیا ہے۔ فنکار: مہدی حسن، ۱۳،۵،۱۹۹۶۔

اصل متن: اس دردسوں رے تجھ کوں، ساری خبر پڑیگا۔

ای مرغ ہدہد بسلیمان باز گو،
کز ملک دیگری تو خبر دار آمدی۔

اے ہدہد!
حضرت سلیمان علیہ السلام کو پھر بتادے کہ تو
ایک دوسرے ملک کی خبر لے آیا ہے۔

(حضرت سچل سرمستؒ)

واقف شواز رموز دان افلاتبصرون، یا بندۂ راز گر از خود جو یندۂ۔
(اسرار سے آگاہی حاصل کر اور افلاتبصرون کو سمجھنے کی کوشش کر،
اور اگر اسے اپنے اندر تلاش کرے گا تو اسے پالے گا)۔

(حضرت سچل سرمستؒ)

عرض ناشر

سچل چیئر-شاہ عبداللطیف یونیورسٹی، خیر پور سندھ، حضرت سچل سرمست کی شاعری اور افکار کو عام کرنے کیلئے قائم شدہ تحقیقی ادارہ ہے۔ جس کی اہم ذمیداریوں میں سندھ کے منفرد، سرمستی سے پُر، وحدت الوجودی شاعر کی شعری اور فکری عظمتوں کو عام کرنا، اُن کی فنی حیات و افکار کو محفوظ کرنا اور اس سلسلے میں تحقیقی مراحل سے گذرنے والوں کی معاونت کے ساتھ، اشاعتی سلسلے کو جاری رکھنا ہے۔ سچل چیئر کی جانب سے اب تک بہت سی اہم کُتب شایع ہو چکی ہیں۔ جناب بیدل مسرور بدوی کی یہ کتاب ''شہید حق- حضرت حسین بن منصور حلاجؒ '' چیئر کی مطبوعات میں ایک قابل ذِکر اضافہ ہے۔

بیدل مسرور بدوی (پیدائش: 11 جولائی 1947ع-شکارپور سندھ) سندھی زبان کے ایک معروف ادیب، محقق اور منفرد گائک کی حیثیت سے تمام ادبی حلقوں کے لیے جانے پہچانے ہیں۔ اپنے آباؤ اجداد کی طرح انہوں نے تصوف کی گیڑو رنگ چادر اوڑھ رکھی ہے۔ اُن کے والدِ محترم فقیر غلام علی مسرور فلسفۂ وحدت الوجود کے پیروکار، پر چارک اور بڑے پایے کے صوفی شاعر رہے ہیں۔ بیدل مسرور بدوی نے اپنی خاندانی روایات کو ہر صورت آگے بڑھایا ہے۔ حضرت حسین بن منصور حلاجؒ جیسی صدائے حق بلند کرنے والی شخصیت

پر لکھتے ہوئے، انہوں نے حضرت سچل سرمستؒ کی، حضرت منصور حلاجؒ سے فکری وابستگی اور عقیدت کو بھی نمایاں طور پر واضح کیا ہے۔ اس کتاب میں حضرت سچل سرمست کی فارسی تصنیف ''دیوانِ آشکار'' کے اُس تمام کلام کو شامل کیا گیا ہے جو، انہوں نے حضرت منصور بن حلاجؒ کی نسبت سے کہا ہے، ہمیں یقین ہے کہ جناب بیدل مسرور بدوی کی یہ کتاب، سچل سرمستؒ کے فکری پھیلاؤ میں اہم کردار ادا کرے گی۔

تحقیقی اور انتظامی معاملات میں رہنمائی اور مدد کے لیے ہم، وائس چانسلر شاہ عبداللطیف یونیورسٹی، خیر پور سندھ، پروفیسر ڈاکٹر نیلوفر شیخ صاحبہ کے تہہِ دل سے مشکور ہیں، جن کی ذاتی دلچسپی کی بدولت، سچل چیئر کی جانب سے اشاعتی سلسلے کو آگے بڑھانا ممکن ہو سکا ہے۔

15 نومبر 2011ع

ایاز گل
ایڈیشنل ڈائریکٹر
سچل چیئر

پیغام

صوفیائے کرام کی دلوں میں منصور حلاجؒ کا رتبہ، ہمیشہ محترم رہا ہے۔ منصور حلاجؒ کی شہادت اور ان کی حق گوئی کو سندھ کے اکثر صوفی شاعروں نے، اپنی شاعری میں قلمبند کیا ہے۔ حضرت سچل سرمست تو ہیں ہی، سچ کی علامت ۔ اسی لیے سچل سائیں نے دنیا میں جہاں جہاں سچائی اور سچ کی علامتیں دیکھیں، ان کو اپنی شاعری کا حصہ بنایا ہے۔ کتاب ''شہیدِ حق ۔ حسین بن منصور حلاجؒ'' میں منصور حلاجؒ کی زندگی، ان کی شہادت اور فکر کے ساتھ ساتھ سچل سرمست کی زندگی کا خاکہ اور ان کی منصور حلاجؒ کے حوالے سے شاعری، اس کتاب میں شامل ہے۔ سچل سائیںؒ نے بڑی محبت اور عقیدت سے اپنی شاعری میں منصور حلاجؒ کو یاد کیا ہے۔

اس کتاب کے مؤلف، نامور ادیب، بیدل مسرور بدوی ہیں، جو خود بھی صوفیا خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ انہوں نے اس کتاب میں سچل سرمست کی شاعری میں منصور حلاجؒ کی خصوصیات، ان کی شہادت اور شہادت کے بعد کے واقعات کو پیش کیا ہے۔ یہ کتاب سچل چیئر ۔ شاہ عبداللطیف یونیورسٹی خیر پور سے شایع ہوئی ہے۔ جس کے لیے سچل چیئر کے ایڈیشنل ڈائریکٹر ایاز گل اور ان کے رفقاء کار مبارکباد کے مستحق ہیں۔

پروفیسر ڈاکٹر نیلوفر شیخ

وائس چانسلر

شاہ عبداللطیف یونیورسٹی، خیرپور سندھ

پیش لفظ

مہربان محترم ایاز گل صاحب نے، حضرت سچل سرمستؒ کے کلام کے حوالے سے اردو زبان میں ایک مقالہ لکھنے کا حکم دیا، اور میں نے اعزاز سمجھ کر قبول بھی کرلیا، مگر جب لکھنے کیلئے موضوعات پر سوچنے بیٹھا تو پریشان ہوگیا کہ کس موضوع پر لکھا جائے، کیوں کہ، حضرت سچل سرمستؒ کے کلام اور سوانح پر، بہت سارے مقالے لکھے جاچکے ہیں، اور میری علمی گیرائی یا عقلی گہرائی اتنی بھی نہیں کہ، کوئی علمی ادبی مقالہ لکھ سکوں، مگر اچانک حضرتِ عشق نے اشارہ کیا اور ذہن میں حضرت حسین بن منصور حلاجؒ کی صدائے حق کے حوالے سے، حضرت سچل سرمستؒ کی شاعری گونجنے لگی:

نعرہ اناالحق بزد در وصف منصور شاہ، آن دم ما میزنم اندر آخر زمان۔

(شاہ منصور نے لوگوں کے مجمع میں کھڑے ہوکر اناالحق کا جو نعرہ بلند کیا تھا

وہی دعویٰ اس آخر زمانہ میں ہم بھی کرتے ہیں)

اب جب میں، حضرت حسین بن منصور حلاجؒ کے ذکر خیر کے حوالے سے، حضرت سچل سرمستؒ کے بتائے ہوئے فلسفہ انسانیت والوہیت، خودشناسی اور صدائے بےخودی پر عارفانہ مضمون لکھنے کی سعادت حاصل کررہا ہوں، تو تصوف کے اسرار و رموز سے کم علمی کا اقرار کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں، کیونکہ ایک طرف، حضرت سچل سرمستؒ کے فلسفہ وحدت الوجود کا بحر بے کنار ہے، تو دوسری طرف، حضرت حسین بن منصور حلاجؒ کے روحانی منازل ہیں، جن کے نعرہ حق لگانے سے نکتۂ تصوف کے ایک ایسے باب کی ابتدا ہوتی ہے، جس میں مراتبِ توحید کے انوار واسرار اور رازِ الوہیت چھپے ہوئے ہیں، جن پر روشنی ڈالنا اتنا آسان کام نہیں ہے، تاہم ایک حرارت جو محافلِ تصوف سے حاصل ہوئی ہے، ان کو سالکانِ تصوف تک پہنچانا بھی ضروری ہے۔ جس کیلئے حضرت سچل سرمستؒ بھی ہمیشہ متقاضی و مائل رہے ہیں:

آنچہ باشد تحفۂ کاندر حضور آید پسند، زاری و مسکینی در خوش نظر یار آوریم۔

یعنی جو تحفہ محبوب کے حضور میں پسند ہوگا مثلاً عاجزی اور مسکینی،

وہ ہم اس کی نگاہ کے سامنے لائیں گے۔

حضرت سچل سرمستؒ کے پورے کلام میں، ان کی فکری سوچ خصوصاً حضرت حسین بن منصور حلاجؒ اور شیخ فریدالدین عطارؒ کی طرح اسی نعرہ حق پر ہی استوار ہے، جس پر ان کو قتل کیا گیا تھا:

ہر کجا یم جا بجا یم من خدا یم من خدا، تا چہ شد پوشیدہ ام از درد این خاکی قبا۔

(میں ہر جگہ ہوں، ہر مقام پر موجود ہوں، خدا ہوں، خدا ہوں،

کیا ہوا اگر میں نے عشق کی وجہ سے خاکی لباس پہن لیا)

میزنم نعرہ اناالحق آشکار، اندرین آخر زمان منصور وار۔

(میں اعلانیہ اناالحق کا نعرہ لگاتا ہوں، منصور کی طرح اس آخری زمانہ میں)

میزنم نعرہ اناالحق ہمچنین منصور دار، بر سرِ دار ہمین دم سرفدائی میکنم۔

(جس طرح منصور نے سولی پر چڑھ کر اناالحق کا نعرہ لگایا اسی طرح اب میں

بھی اپنا سر قربان کرتا ہوں)

یہی وجہ ہے کہ، حضرت سچل سرمستؒ سندھ کے 'منصور' یا ''منصور ثانی''

کے القاب سے جانے جاتے ہیں، اور یہ حکمتِ خداوندی ہے، کہ جس طرح چاہے، اپنا اظہار کر سکنے پر قادر ہے:

قسم بخدا می کنم نیست بجز حکم او، گاہ شود مہربان گاہی از قہریان۔

(میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ، اس کے حکم کے سوا کچھ نہیں ہوتا، کبھی مہربان ہوتا ہے، کبھی نامہربان ہوتا ہے)

حضرت سچل سرمستؒ کی روحانی فیوض و برکات اور مدارج کا فیصلہ سالکانِ طریقت ہی کر سکتے ہیں، میں نے تو صرف اپنی عقیدت اور متصوفانہ کیف میں، حضرت سچل سرمستؒ کے اس نعرہ حق کو تحسین پیش کرنے کی غرض سے، ان کے فارسی غزلیات سے کچھ تحائفِ تبرکات چن کر تصوف کے لامحدود سے رابطہ جوڑنے کی کوشش کی ہے، فارسی کلام کا یہ انتخاب اور ان کا اردو ترجمہ، حضرت الحاج قاضی علی اکبر درازیؒ کے مرتبہ ''دیوان آشکار'' سے اخذ کیا گیا ہے، جو محکمہ اوقاف، سندھ، حیدرآباد، کے زیر اہتمام ۱۹۷۶ء میں دو جلدوں میں شایع ہوا تھا۔

بہر حال میرے لیئے یہ بات کسی اعزاز سے کم نہیں کہ مجھ جیسا ادب کا ایک ادنیٰ طالب علم، دنیائے تصوف کے عظیم الشان صوفی بزرگ اور شاعر حضرت سچل سرمستؒ کے کلام کے سلسلے میں اس نوعیت کا مقالہ لکھنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔ مجھے امید ہے کہ میرا یہ مرقوم عشاق کے روحانی شغف اور باطنی پرواز میں رفاقت کی سعادت حاصل کرے گا۔

خادم سلسلہ سالکانِ (اویسیہ) قادریہ نقشبندیہ

کراچی سندھ — بیدل مسرور بدوی

۰۱۰ جنوری

حضرت سچل سرمستؒ

مختصر سوانحی خاکہ

حضرت سچل سرمستؒ کا جنم ۱۱۵۲ ہجری، ۱۷۳۹ عیسوی کو، ریاست خیرپور کی حدود میں رانی پور شہر کے شمال میں، ایک میل کے فاصلے پر جنگلی سرکنڈوں کی بستی درازا شریف میں ہوا، یہ وہ سال تھا، جب نادر شاہ، کابل سے سندھ پر حملہ آور ہوئے تھے، اس وقت سندھ کا حکمران میاں نور محمد کلہوڑو تھا، جس کو گرفتار کر لیا گیا، اور جاتے وقت نادر شاہ، سندھ سے قیمتی کتابیں اور میاں نور محمد کے دو بھائیوں، میاں محمد مراد یاب خان اور میاں غلام شاہ کو ضمانت کے طور پر اپنے ساتھ لے گیا۔

حضرت سچل سرمستؒ کے دادا خواجہ محمد حافظ المعروف میاں صاحبڈنوؒ لاثانی شاعر تھے، جن کے دو بیٹے تھے: خواجہ عبدالحقؒ اور خواجہ صلاح الدینؒ۔ حضرت سچل سرمستؒ خواجہ صلاح الدینؒ کے فرزند تھے۔ حضرت سچل سرمستؒ کمسن ہی تھے تو آپ کے والد کا انتقال ہو گیا، جس کی وجہ سے آپ کی پرورش پہلے آپ کے دادا خواجہ صاحبڈنوؒ اور ان کے بعد آپ کے چچا خواجہ عبدالحقؒ کے زیرِ سایہ ہوئی۔ خواجہ عبدالحقؒ حضرت سچل سرمستؒ کے چچا ہونے کے ساتھ، راہِ طریقت کے مرشد بھی تھے، جو خود بھی صوفی شاعر تھے اور ''خاکی'' تخلص اختیار کرتے

تھے۔جن کی عقیدت میں، حضرت سچل سرمستؒ نے اس طرح اظہار فرمایا ہے:

زمرشد پیر عبدالحق دانا، سراغِ راستی پرسیدہ ام من۔

(میں نے اپنے مرشد پیر دانا عبدالحق سے ہستی پوچھ کر معلوم کرلیا ہے۔)

اس بات کو سرائکی زبان میں اس طرح بتایا ہے:

ہک ڈہاڑے مرشد میٖنوں، سِٹ پریت دی پاڑہی،
سا میں دل دی تختی اتے، چاہ کنوں لکھ چاڑہی،
سچل عشق بڈہا نہ تھیوے، توڑے ہووے چٹی ڈاڑہی۔

(ایک دن مرشد نے مجھے پریت کا سبق پڑھایا، جس کو میں نے بڑے چاہ سے دل کی تختی پر لکھ چھوڑا، سچل! عشق بوڑھا نہیں ہوتا، بھلے داڑہی سفید ہی کیوں نہ ہوجائے)۔

حضرت سچل سرمستؒ کا اصل نام عبدالوہاب تھا، مگر بچپن سے ہی بیبا کی اور سچ بولنے کی وجہ سے آپ کو سچو اور سچیڈنو کہا جاتا تھا۔ حضرت سچل سرمستؒ، قرآن پاک کے حافظ بھی تھے، اس حوالے سے آپ کو حافظ بھی کہتے تھے۔

حضرت سچل سرمستؒ نے سندھ کے ایک مشکل دور میں آنکھ کھولی، جوانی میں قدم رکھا تو بیرونی حملہ آوروں کے حملے، غلام شاہ اور ان کے بھائیوں کی آپس میں اَن بَن دیکھی، سرفراز خان جیسے خدا ترس اور علم دوست شہزادے کے قتل کی خبر بھی سنی، سندھ کا تجارتی جاہ و جلال بھی دیکھا اور کلہوڑہ اقتدار کا آخری پُرآشوب دور بھی دیکھا۔

ادبی ماحول آپ کو اپنے خاندان سے وراثت میں ملا تھا، خواجہ عبدالحقؒ 'خاکی' کے علاوہ 'محمد حیات حاتم'، 'گل محمد گل'، 'عبدالہادی اور محمد صالح نہ صرف فاروقی خاندان کے شعراء تھے مگر حضرت سچل سرمستؒ کے نزدیکی عزیز اور ہمعصر بھی تھے۔

آپ کے دور میں، فارسی زبان کو بہت اہمیت حاصل تھی، جو دربار میں رائج ہونے کے ساتھ ساتھ، مدارس و مکتب میں بھی پڑہائی جاتی تھی۔ حضرت سچل سرمستؒ نے اپنے ادبی ماحول کی وجہ سے فارسی شاعری بھی کی، جس میں آپ نے 'آشکار' اور 'خدائی' تخلص اختیار کیا ہے، جس میں آپ نے رائج موضوعات اور مزاج کے خلاف اپنے غزل اور مثنوی میں وحدت الوجود کا رنگ بھرا ہے۔

یار بصد شکل عیان آمدہ، ہم بعیان چون بہ نہان آمدہ،
جلوہ نموعار شدہ کوبکو، حسن رخش بہر نشان آمدہ۔

(محبوب سو شکلیں بدل کر جلوہ گر ہوا ہے، ظاہر بھی ہے اور پوشیدہ بھی ہے، اس کا جلوہ گلی گلی میں نمایاں ہے اور ہر چیز اور ہر نشان میں اس کے رخ انوار کا حسن ہے)۔

حضرت سچل سرمستؒ نے مشرق کی تمام زبانوں میں شاعری کی ہے، جس کی بازگشت سندھ سے باہر بھی سنائی دیتی ہے۔ آپ نے، تصوف کی باریکیوں کو نہایت دلپذیر انداز میں بیان کیا ہے۔ آپ نے زیادہ تر شریعت، طریقت، معرفت اور حقیقت کے اسرار و رموز کو ہی اپنے کلام کا موضوع بنایا ہے اور نہایت سلیس پیرائے سے نئی نئی تشبیہات اور استعارے استعمال کئے ہیں۔ ان کے کلام میں سوز و گداز، جوش و جولان اور حیرت و عبرت کا بیکراں سمندر موج زن ہے۔

آپ کی ہندی شاعری، چونکہ ولی دکھنی کی طرح ریختہ ہے مگر اس میں کئی ستور جدید اردو کی آئینہ دار ہیں، جیسا کہ:

☆ مجھ کوں تیرا جادو لگا، نا صبر نا آرام ہے،
تیرے طرف سوں اے صنم، نا خط نا پیغام

ہے۔

☆ مجھ کوں جو مارتی ہے، جاناں تیری جدائی۔

☆ کیا کروں میں، جو میرا کوئی اختیار نہیں۔

☆ اس دردسوں رے تجھ کوں، ساری خبر پڑیگا۔

اے دل دیوانہ مجھ کوں، تری یک نظر کیا ہے۔

ملتان سے قدیم تعلقات کی بنیاد پر، سندھ میں سرائکی زبان سے واقفیت بھی اتنی ہی قدیم ہے، اس حوالے سے حضرت سچل سرمستؒ کی سرائکی شاعری میں جس قدر جذبات، موج، مستی، ترنم اور موسیقیت کا لطف ہے، وہ ان کے ہمعصر شعراُ سے کہیں زیادہ ہے۔ آپ کے سرائکی کلام کی ایک ایک مصرع، مشرق کی پوری شاعری پر حاوی ہے، فرمایا ہے:

• ایجھا کم کریجے، جنھ وچ اللہ آپ بنی جے۔

• میں تاں ہک خیال ہاں، لبھساں نال خیال دے۔

اسی طرح ان کے سندھی غزل کا حسن بھی منفرد ہے۔

عاشق ڈسن میں آیو، محبوب گل سناسی،

عبرت عجب عجائب، اسرار رنگ عباسی۔

سندھ میں عروضی رعنائیوں سے رغبت کی وجہ سے، حضرت سچل سرمستؒ کا سارا کلام عروضی رعنائیوں کا شاہکار ہے، بحر و وزن کے اعتبار سے احساسات و جذبات سے سرشار وجدانی کیف وسرور، حضرت سچل سرمستؒ کے ہی کلام سے منسوب ہے۔ علم موسیقی سے شغف کی وجہ سے، حضرت سچل سرمستؒ کی کافیاں زیادہ تر سندھ میں رائج راگوں پر مشتمل ہیں، جن میں سے بہت ساری کافیاں اب بھی ان کی بنائی ہوئی دھنوں میں گائی جاتی ہیں۔

حضرت سچل سرمستؒ نے، شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ کی طرح، سماجی مسائل اور انسانی فکری بلندی کیلئے، سندھ کی مقبول لوک داستانوں کے حوالے سے 'حقیقت نامہ، وحدت نامہ، مرغ نامہ، سسئی پنھوں، نوری جام تماچی، مومل رانو، عمر مارئی اور پنجاب کے معروف داستان ہیر رانجھو کی تمثیل کے ذریعے فنا اور بقا کے راز، اور خاص طور پر دنیائے تصوف کے حق نوا صوفی، حسین بن منصور حلاجؒ کے حوالے سے منازلِ معرفت اور وحدت الوجود کو بیان کیا ہے۔

ہر آنکس رتبۂ منصور خواہد، کند جان را جدا از جسم فانی۔

(جو شخص منصور کے مرتبہ کا طلبگار، ہو وہ اپنے جسم فانی سے جان کو علحدہ کردے)۔

کہ سربازی نکرہ کس درین راہ، چنین منصور کردہ پہلوانی۔

(کیونکہ اس راہ میں سر کی قربانی اس طرح کسی نے نہیں دی، جس طرح منصور نے بہادری دکھائی)

حضرت سچل سرمستؒ نوے سال کی عمر تک سندھ کی دھرتی کے عوام کو فیضِ ہدایت دیتے رہے، اور تاریخ ۱۴ رمضان المبارک ۱۲۴۲ ھجری، مطابق اپریل ۱۸۲۷ عیسوی کو ابدی وصال فرمایا۔ آپ کا عرس مبارک ہر سال ماہ رمضان المبارک کی ۱۴، ۱۵ اور ۱۶ کو ان کے ابدی آرام گاہ، درازا شریف میں نہایت احترام وعقیدت سے منایا جاتا ہے۔

آپ کی تصنیفات میں 'رسالو سچل سرمست'، عشق نامہ، گداز نامہ، وصلت نامہ، رہبر نامہ، راز نامہ، تار نامہ،' سچل جو سرائکی کلام، دیوان آشکار (فارسی)، بہت مشہور ہیں۔

آپ کے کلام پر ملک کے مایہ ناز علمأ نے تحقیق کا کام کیا ہے، اور یہ سارا اثاثہ، شاہ عبداللطیف یونیورسٹی خیر پور کے خصوصی تحقیقی شعبہ 'سچل چیئر' میں محفوظ ہے۔

{}

طائرآن کوہ قافم سائرم برآب و خاک

میں کوہ قاف کا پرندہ ہوں اور عالم آب و گل کی سیر کر رہا ہوں۔

(حضرت سچل سرمستؒ)

حضرت حسین بن منصور حلاجؒ

آپ کا اصل نام حسین تھا، آپ کے والد منصور، ریشم بافی کا کام کرتے تھے، جن کے والد محمی آتش پرست مجوسی تھے اور ختن اور دمشق کے راستے پر ایک قافلہ سرائے چلاتے تھے۔ ان کے انتقال کے بعد وہ قافلہ سرائے، حسین کے والد منصور سنبھالتے تھے۔ حسین کی ولادت ۲۴۴ ہجری، مطابق ۸۵۷ عیسوی کو ہوئی۔ حسین بچپن سے بہت ذہین تھے، زیادہ وقت خیالوں میں گم رہتے تھے، عجیب عجیب باتیں کرتے تھے۔ تُستر میں ان کو حضرت سہل بن عبداللہ تُستریؒ کے مکتب میں بٹھایا گیا(۱)، جو ظاہری شرعی علوم کے ساتھ بقول شیخ فریدالدین عطارؒ کے: ''صحرائے طریقت کے سیاح، دریائے حقیقت کے غواص اور اکابرِ اہل تصوف تھے، حضرت ذوالنون مصریؒ کے مرید) تھے(

حضرت مولانا عبدالرحمان جامیؒ فرماتے ہیں کہ: 'آپ حقیقت میں حلاج یعنی دھنیے نہیں تھے، آپ اس لقب سے یوں مشہور ہوئے کہ ایک روز اپنے ایک دھنیے دوست کی دکان پر بیٹھے ہوئے تھے، آپ نے اس دوست کو کسی کام سے بھیج دیا اور اس کا کام خود سنبھال لیا، آپ نے انگلی سے روئی کی طرف اشارہ کیا تو بنولے روئی سے الگ ہو گئے، اور روئی بنولوں سے صاف ہو گئی، اس وقت سے لوگ آپ کو حلاج کہنے لگے(

شیخ حضرت حسین بن منصور حلاجؒ بچپن سے ہی تیز پرواز فطرت کے مالک تھے، کچھ عرصہ حضرت سہل بن عبداللہ تُستریؒ کے پاس رہے بعد میں آپ تُستری کے مکتب سے نکل کر بصرہ چلے گئے اور بصرہ میں عمر بن عثمان مکیؒ سے تصوف میں استفادہ کیا، اس وقت آپ کی عمر بیس سال تھی، راستے میں راہزنوں نے ان کے سارے قافلہ کو لوٹا مگر آپ کو دیوانہ سمجھ کر چھوڑ دیا۔ یہی حالت آپ کی، بصرہ کی بستی 'دوحرقہ' کے عسکری مدرسے میں بھی تھی، جہاں دوسرے طالب علم بھی آپ کو عجیب نظروں سے دیکھتے تھے، کہ دورانِ درس آپ پتا نہیں کس جہاں میں کھو جاتے تھے۔

بعد میں جب آپ کی متصوفانہ طریقت کا ہر طرف چرچہ ہونے لگا، تو آپ نے ازدواجی زندگی گذارنے کا فیصلہ کیا اور حضرت عمر بن عثمان مکیؒ کے نزدیکی عزیز ابو ایوب اقطع کی بیٹی حضرت زینبؒ سے نکاح کیا، جس سے ان کو تین بیٹے؛ سلمان، احمد اور حسن اور ایک بیٹی پیدا ہوئے(

آپ نے کبھی ایک جگہ قیام نہیں کیا، کچھ عرصہ نہیں گذرا، مختلف اولیائے زمانہ کی خدمت میں جاتے رہے، ایک دفعہ صوفیوں کا لباس اتار کر، قبا پہن لیا اور اہل دنیا کی صحبت میں مشغول ہو گئے پھر ایک وقت کے بعد بصرہ میں جا کر خرقہ پہن لیا اور دو سال بیت الحرام کے مجاور بنے رہے۔ واپسی پر آپ کے حالات بدل چکے تھے اور کچھ اور ہی رنگ غالب تھا۔ خلقت کو ایسی باتوں کی دعوت دیتے جو سمجھ میں نہ آتی تھیں، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ قریباً پچاس شہروں سے آپ کو نکالا گیا اور آپ پر ایسے حالات و واقعات گذ)رے جو اپنی نوعیت پر عجیب ترین تھے(

واقعہ شہادت:

دراصل، حضرت حسین بن منصور حلاجؒ کی تعلیمات اور تبلیغ سے اس وقت لاکھوں لوگ متاثر ہو گئے تھے، اور اس کے حوالے سے مسلمان قوم کی سیاسی، اخلاقی اور مذہبی اصلاح کے سلسلے میں سارے بغداد میں ایک زبردست تحریک شروع ہو گئی تھی، جو کم عمر خلیفہ مقتدر باللہ اور ان کی دربارِ خاص کے امیروں، علمأ اور شریعت کے اماموں کیلئے دلی صدمے سے کم نہیں تھی، اور اس کے اس الہامی پیغام کے خلاف فتویٰ تیار کروالیا، اور نعرہ انا الحق کی آڑ لے کر اسے شہید کروادیا (

حضرت مولانا عبدالرحمان جامیؒ لکھتے ہیں کہ:۔ شیخ شریف حمزہؒ نے میرے والد محترم سے بیان کیا، کہ ایک بار میں نے شیخ حلاجؒ سے دریافت کیا کہ اے شیخ! عارف کس کو کہتے ہیں؟ تو شیخ منصورؒ نے جواب دیا کہ ”عارف وہ ہے کہ جس کو بروز شنبہ ذیقعدہ میں چھ دن باقی ہونگے یعنی ۲۴ ذیقعدہ ۳۰۹ھ کو بغداد کے باب الطاق پر لے جائیں گے، اس کے ہاتھ پاؤں قطع کئے جائیں گے، اس کی آنکھیں نکال لی جائیں گی اور الٹا کر سولی پر لٹکا دیا جائے گا (نگوسار بردار کنند)، اس کو جلایا جائے گا، اور جلانے کے بعد اس کے خاکستر کو اڑا دیا جائے گا۔“ شیخ عبدالملک کہتے ہیں کہ میں نے اس دن کا انتظار کیا تو وہ خود ہی نکلے۔ یہ سب کچھ انہوں نے اپنے بارے میں کہا تھا، جو کچھ انہوں نے کہا تھا وہی ان کے ساتھ کیا گیا (

غرض بہت سی شکایات آپ کے متعلق خلیفہ کے پاس ہوئیں، آخر آپ کو ایک سال تک قید رکھا گیا، لیکن قید خانہ میں بھی اکثر لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر مسائل پوچھتے رہے، چنانچہ حکومت نے لوگوں کو منع کر دیا، کچھ دنوں تک تو کوئی نہ گیا مگر ایک بار ابن عطاؒ اور ایک بار عبداللہ خفیفؒ آپ کے پاس گئے اور کہا کہ آپ اس بات کا جو آپ نے کہا ہے (انا الحق) عذر کرلیں تا کہ قید سے رہائی ہو، فرمایا کہ جس نے کہا اسی سے کہو کہ عذر کرے یہ سن کر وہ رو پڑے اور کہا کہ ہم خود ہی حسین منصور ہیں۔

نقل ہے کہ جب آپ کو قید کیا گیا اور پہلی رات کو آ کر دیکھا، سارے قید خانہ میں تلاش کی مگر آپ نہ ملے، دوسری رات دیکھا تو قید خانہ ہی ندارد تھا، تیسری رات کو دیکھا تو آپ قید خانہ میں موجود تھے، لوگوں نے پوچھا کہ آپ پہلی اور دوسری رات کہاں تھے، فرمایا کہ پہلی شب درگاہ میں تھا، دوسری شب یہیں قید خانہ میں دربار تھا اس لئے تم کو قید خانہ نظر نہ آیا، اب مجھ کو واپس کر دیا گیا ہے، تا کہ شریعت کی حفاظت کی جائے، پس تم لوگ آؤ، اور اپنا کام پورا کرو۔

ایک رات قید خانہ میں تین سو قیدی تھے، ان سے کہا اگر چہ کہو تو میں تم کو آزاد کر دوں، انہوں نے کہا کہ پہلے اپنے آپ کو آزاد کراؤ، پھر ہمارا نام بھی لینا، فرمایا کہ ہم خدا کے قید میں ہیں اور شریعت کا پاس مطلوب ہے، اگر چاہیں تو ایک اشارہ میں تمام بند اور بیڑیاں کاٹ ڈالیں، اسی وقت انگلی سے اشارہ کیا تو سب کی بیڑیاں کٹ گئیں اور جیل خانہ کے دروازے خود بخود کھل گئے، چنانچہ سب قیدیوں کو چلے جانے کا اشارہ کیا، تو کہنے لگے کہ تم بھی آؤ، فرمایا کہ ہم ایک بھید رکھتے ہیں۔ دوسرے دن دیکھا گیا قید خانہ میں کوئی قیدی بھی نہیں، پوچھا کہ قیدی کدھر گئے، فرمایا ہم نے آزاد کر دیئے، پوچھا تم کیوں نہیں گئے تو فرمایا کہ، حق کا ہم پر عتاب ہے، جب یہ خبر بادشاہ کو ملی تو اس نے کہا کہ، یہ شخص ایک فتنہ قائم کرے گا، اول ان کو کنکریاں مارو کہ باز آجائے، ورنہ قتل کرو۔(

شیخ عبداللہ خفیفؒ فرماتے ہیں کہ، میں بڑی تدبیر سے قید خانے میں، شیخ حلاجؒ کیلئے پہنچا، ایک خوبرو غلام ان کی خدمت کیلئے موجود تھا، میں نے اس غلام سے دریافت کیا کہ، یہاں ان کا دستور العمل کیا ہے۔ وہ کیا کچھ کرتے ہیں؟ اس نے کہا کہ

باوجود یہ کہ تیرہ عراقی من (تقریباً بیس سیر) وزن بیڑی ان کے پیروں میں پڑی ہے، وہ ہر روز ہزار رکعت نماز نفل ادا کرتے ہیں، اس کے بعد یہ کوٹھریاں جو آپ دیکھ رہے ہیں ان میں سے ہر کوٹھری میں چور یا خونی موجود ہے، جو اپنے جرم کی سزا کاٹ رہے ہیں، شیخ ان میں سے ہر ایک کے پاس جاتے ہیں اس کو نصیحت کرتے ہیں۔ میں نے غلام سے دریافت کیا کہ، شیخ یہاں کیا کھاتے ہیں؟ اس نے کہا ہم ہر روز رنگارنگ کھانوں کا خوان ان کے سامنے لاتے ہیں، وہ کچھ دیر تک اس خوان کو دیکھتے رہتے ہیں، ان کھانوں پر انگلیاں مارتے جاتے ہیں اور کچھ گنگناتے ہیں لیکن ان کھانوں میں سے کچھ بھی نہیں کھاتے، کچھ دیر بعد ہم وہ خوان ان کے سامنے سے اٹھا لیتے ہیں۔ ہم یہ باتیں کر رہے تھے کہ اتنے میں شیخ سقایہ (غسل خانہ) سے نکل آئے، ان کا چہرہ خوبصورت اور قد بہت موزون تھا، اس وقت وہ سفید صوف پہنے ہوئے تھے اور سبز رملی بڑا رومال (غوطہ) ان کے سر سے لپٹا ہوا تھا، وہاں سے وہ چبوترے کی طرف آ گئے، جو اس مکان میں اس کے بیٹھنے کیلئے تھا۔ مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا: ’اے جوان تم کہاں سے آئے ہو؟ میں نے کہا میں فارس سے آیا ہوں، فرمایا کس شہر کے رہنے والے ہو؟ میں نے کہا میں شیرازی ہوں، پھر انہوں نے مجھ سے مشائخ شیراز کی خیر و عافیت دریافت کی، میں نے ان کا حال بیان کیا، یہاں تک کہ شیخ ابو العباس عطائیؒ (مرید شیخ حلاجؒ) کا ذکر آ گیا۔ اس وقت انہوں نے فرمایا کہ ’’جب تم ان کے پاس جاؤ تو ان سے کہہ دینا کہ وہ ہرگز ان خطوط اور رقعات کو اپنے پاس نہ رکھیں، جو میں نے ان کو بھیجے تھے‘‘۔ پھر شیخ منصورؒ نے مجھ سے دریافت کیا کہ، تم میرے پاس یہاں کس طرح آ گئے، یہاں تو کسی کو آنے کی اور مجھ سے ملنے کی اجازت نہیں ہے۔ میں نے کہا میں بعض عجمی سپاہیوں کی شناسائی کی بدولت یہاں تک پہنچ گیا۔ اس کے بعد میں جیل خانے سے باہر نکل آیا اور وہاں سے شیخ ابن عطائیؒ کے پاس پہنچا اور ان کا پیغام پہنچا دیا، شیخ عطائیؒ نے کہا کہ، اب اگر تمہاری ملاقات ہو تو کہنا کہ اگر مجھے اجازت دیں تو میں ان رازوں کو ظاہر کروں۔(

نفحات الانس میں آیا ہے کہ، شیخ الاسلامؒ فرماتے ہیں کہ، شیخ عبداللہ باکوؒ نے مجھے فرمایا کہ، شہر خجند میں شیخ منصورؒ کے فرزند احمدؒ نے مجھ سے بیان کیا کہ، قتل سے پہلی شب کو میں نے والد محترم سے کہا کہ آپ مجھے کچھ وصیت فرمایئے، تو انہوں نے ارشاد کیا کہ: ’’اپنے نفس کو اس سے پہلے کہ وہ تجھے کسی کام میں مشغول کرے، مشغول کر دے، خواہ تمام دنیا تیری خدمت میں مشغول ہو، لیکن تو اس بات میں کوشش کر جس کا ایک ذرہ ثقلین کے عمل سے برتر اور بہتر ہو۔‘‘ شیخ احمدؒ نے یہ سن کر دریافت کیا کہ، وہ کون سی بات اور کون سا عمل ہے جس کا ایک ذرہ عمل ثقلین سے برتر ہے، تو انہوں نے فرمایا: ’’معرفت الٰہی‘‘(

منصور کا یہ جو انجام ہوا، وہ ان کے مرشد عمرو بن عثمان مکی قدس سرہ کی بددعا کا نتیجہ تھا، ان کے مرشد نے چند اجزاء مرتب کئے تھے، جن کا موضوع توحید و علم تصوف تھا، حسین حلاجؒ نے پوشیدہ طریقہ سے ان کو لے لیا، راز ظاہر کر دیئے اور مخلوق کو وہ اوراق دکھا دیئے جو کچھ ان اجزاء میں کہا گیا تھا، وہ بڑی باریک باتیں تھیں، لوگ ان کو سمجھ نہ سکے اور لوگ شیخ عمرو بن عثمان مکیؒ کے منکر ہو گئے اور ان سے الگ ہو گئے، شیخ عمرو بن عثمان مکیؒ نے، حلاجؒ پر نفریں بھیجی اور بددعا دی کہ: ’الٰہی کسی ایسے شخص کو اس پر مقرر فرما دے جو اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ دے، سر اڑا دے، اس کی آنکھیں نکال لے اور سولی پر چڑھا دے۔‘

پس مرشد نے جو کچھ بددعا کی ویسا ہی واقع ہوا، (۲)۔

چنانچہ بادشاہ کے حکم سے آپ کو مارنے لگے، جو شخص مارتا تھا وہ یہ آواز سنتا تھا کہ ’’یا ابنِ منصور لاتخف‘‘ یعنی اے ابنِ منصور خوف نہ کرو۔ پیر عبدالجلیلؒ فرماتے

ہیں کہ، حسینؒ کی نسبت مارنے والے پر میرا زیادہ اعتقاد ہے کہ باوجود اس قدر صریح آواز سننے کے بھی وہ کار شریعت میں پابند تھا، مگر مارنے سے ہاتھ نہ روکتا تھا، آخر کار آپ کو دار پر لے جا کر کھڑا کیا، ہزاروں لوگ جمع تھے، آپ آنکھ اٹھا کر دیکھتے اور حق حق حقّ انا الحق کا نعرہ لگاتے، اسی حال میں ایک درویش نے جا کر پوچھا کہ عشق کیا ہے، فرمایا کہ آج، کل اور پرسوں دیکھ لوگے۔ چنانچہ آپ کو سولی پر لٹکایا گیا، دوسرے دن آپ کی نعش جلائی گئی، تیسرے دن خاک کو بھی ہوا میں اڑا دیا ۔ (یعنی عشق یہ ہے)(۳)۔

جب آپ کو دار پر چڑھانے لگے، تو خادم نے وصیعت چاہی، فرمایا کہ نفس کو مشغول رکھو ورنہ وہ تم کو ایسی بات میں مشغول کر دے گا، کہ پچھتائے گا۔ آپ کے بیٹے نے وصیعت طلب کی تو فرمایا کہ جب اہل جہاں اعمال کی کوشش کریں، تو تم ایسی چیز کی کوشش کرو، جو تمام جن وانس کے اعمال سے بہتر ہو اور وہ علم حقیقت ہے۔ جب آپ دار پر جانے لگے تو اکڑ اکڑ کر چلنے لگے، لوہے کی بھاری بیڑیاں پڑی ہوئی تھیں۔ لوگوں نے پوچھا کہ اکڑ کر چلنے کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا کہ میں خیرگاہ کو جا رہا ہوں، پھر نعرہ لگا کر یہ شعر پڑھنے لگے:

فدیمی غیر منسوب الی شیٔ من الحیف
سقانی مثل ما یشرب کفعل الضیف بالضیف،
فلما دار ستہ الکاس دعا بالنطع والسیف،
کذا من یشرب الراح من التنین بالصیف۔

روایت ہے کہ جب آپ کو دار کے نزدیک لے گئے، تو آپ نے اول دار کو بوسہ دیا پھر سیڑھی پر قدم رکھ کر فرمایا کہ، دار مردوں کا معراج ہے، پھر قبلہ کی طرف منہ کر کے کچھ کہا اس کے بعد مریدوں نے پوچھا کہ ہمارے متعلق آپ کا کیا حکم ہے اور منکروں کے متعلق کیا ارشاد ہے؟ فرمایا کہ ”منکروں کو دو ثواب ہوں گے اور تم کو ایک، کیونکہ تم لوگ میرے ساتھ حسن ظن رکھتے ہو، مگر منکر لوگ توحید اور شریعت کے ساتھ حسن ظن رکھتے ہیں اور شرع میں توحید اصل اور حسن ظن فرع ہے۔“ اس کے بعد شبلیؒ آپ کے نزدیک آئے اور پوچھا کہ تصوف کیا ہے؟ فرمایا کہ کمتر درجہ تم دیکھ رہے ہو، پوچھا کہ اعلیٰ درجہ کیا ہے؟ فرمایا کہ وہاں تک تمہاری رسائی نہیں ہو سکتی ہے۔

نقل ہے کہ جب آپ کو دار پر لٹکایا گیا تو ابلیس لعین آپ کے پاس آیا اور پوچھا کہ میں نے 'انا خیر' کہا تو طوق لعنت میرے گلے میں ڈال دیا گیا، مگر تم نے انا الحق کہا تو تم کو مقام صدق میں جگہ ملی، اس قدر تفاوت کیا معنی رکھتی ہے، فرمایا کہ لعین تم نے اپنی طرف سے 'انا' کا لفظ استعمال کیا، لیکن میں نے اپنے آپ سے خودی کو مٹا کر 'انا الحق' کہا اس لئے مجھ پر رحمت ہوئی اور تجھ پر ابدالآباد کی لعنت،(

اس کے بعد ہر شخص نے آپ کو پتھر مارنے شروع کئے، شبلیؒ نے بھی شریعت کو مدنظر رکھ کر ایک پھول مارا، آپ نے پھول لگتے ہی آہ کی، لوگوں نے پوچھا کہ یہ کیوں، پتھروں کی بار آپ نے آہ نہ کی؟ فرمایا وہ لوگ جانتے نہیں کہ معذور ہیں، مگر شبلیؒ جانتے ہیں اس لئے ان کا پھول مجھ کو گراں معلوم ہوا۔

جب آپ کے ہاتھ دار کی سیڑھی سے جدا کر دئے گئے اور کاٹ دئے تو آپ ہنسے، پوچھا کہ یہ ہنسی کا کونسا موقعہ ہے؟ فرمایا کہ ”نسبت آدم سے ہاتھوں سے جدا کرنا آسان ہے، ایسے لوگ چاہیں تو ہمارے دست صفات کو قطع کریں۔“ اس کے بعد آپ کے پاؤں کاٹے گئے تو پھر تبسم کیا اور فرمایا کہ ”ان کے پاؤں کے علاوہ میرے پاؤں بھی ہیں، ان کو کاٹو تو جانوں!“ اس کے بعد دونوں خون آلود ہاتھ منہ پر مل لئے اور فرمایا کہ 'کثرت کے ساتھ خون نکل جانے کی وجہ سے ممکن ہے میرا چہرہ زرد ہو گیا ہو، اس لیئے میں نے خون مل لیا ہے کہ سرخرو جاؤں اور لوگ یہ گمان نہ کریں

کہ موت سے ڈر کر میرا رنگ زرد ہو گیا ہے۔(

جب آپ کی آنکھیں نکال لی گئیں، تو ایک کہرام مچ گیا، اس کے بعد آپ کی زبان کو کاٹنا چاہا مگر آپ نے فرمایا ذرا صبر کرو، پھر یہ کہہ کر کہ الٰہی محض تیرے لئے یہ لوگ مجھ کو تکلیف دے رہے ہیں، تو اپنے فضل و کرم سے ان کو محروم نہ رکھنا، کیونکہ ان لوگوں نے تیری شریعت کی خاطر یہ تکلیف دی ہے۔

جب آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی، تو آپ کے جسم سے انا الحق کی صدا بلند ہونے لگی، لوگوں نے کہا کہ، یہ حالت بہت خطرناک ہے اور حالتِ حیات سے بھی زیادہ مہلک ہے۔ پھر آپ کی لاش کو جلا دیا گیا، مگر راکھ سے انا الحق کی صدا آنے لگی، اس سے اور خطرہ پیدا ہوا، آخر آپ کی راکھ کو دجلہ میں ڈال دیا گیا مگر جونہی راکھ دجلہ میں ڈالی گئی انا الحق کی صدا پانی سے بلند ہوئی اور دریا جوش مارنے لگا۔

آپ نے پہلے ہی خادم کو وصیت کر دی تھی کہ، یہ لوگ میری خاک کو دریا میں ڈالیں گے اور دریا جوش مار کر بغداد کی طرف بڑھے گا اور شہر اور اہل شہر کو غرق کر دے گا۔ پس جب تم ایسی حالت دیکھو تو، فوراً میرا پیرہن دجلہ کی طرف کر دینا، چنانچہ جب خادم نے یہ کیفیت مشاہدہ کی اور اہل شہر میں ابتری پیدا ہو گئی، تو خادم نے دجلہ کی طرف آپ کا خرقہ کر دیا، جس کو دیکھتے ہی دریا کا جوش ٹھنڈا پڑ گیا اور پانی اپنی اصلی حالت پر چلا گیا،(۴)۔

زیارت گاہ:

حضرت حسین بن منصور حلاجؒ کے مذکورہ واقعہ شہادت سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی خاک کو دریا دجلہ میں ڈال دیا گیا تھا، مگر تذکرۃ مشائخ قادریہ میں بتایا گیا ہے کہ: بغداد شریف میں موجودہ ریلوے اسٹیشن اور ہوائی اڈے کے قرب و جوار میں ایک وسیع و عریض قبرستان ہے جس میں لاکھوں غوث، قطب، ابدال، اور اوتاد مدفون ہیں، جہاں حضرت جنیدؒ، حضرت معروف کرخیؒ، حضرت سری سقطیؒ، حضرت بہلول داناؒ، حضرت منصور حلاجؒ، اور مشہور و معروف عباسی ملکہ زبیدہ علیہم اجمعین کے مقابر و مزارات واقع ہیں۔(

حضرت حسین بن منصور حلاجؒ کے بارے میں مشائخ کرام کی آرائ:

آپ قتیل فی سبیل اللہ ہیں، آپ کی حالات نہایت عجیب و غریب گذری ہے اور اپنے طریقہ میں خود ہی مخصوص و لاثانی تھے، ہر وقت غایت سوز و فراق میں مست و بے قرار رہا کرتے تھے، پاکباز، عاشق الٰہی مشہور زمانہ تھے، آپ کی تصنیفات بھی ہیں جو بہت مشکل اور دقیق ہیں، حقائق و معارف اور اسرار معانی میں نہایت کامل اور فصاحت و بلاغت میں ماہر و بے بدل تھے، شروع سے اخیر تک آپ کی حالات کی تمام بنیاد بلا پر ہے، بعض لوگوں نے آپ کا انکار کیا، مگر بعض آپ کو اکابر مشائخین میں سے مانتے ہیں اور بعض آپ کے حق میں قطعی خاموش ہیں، اور بعض کہتے ہیں کہ، حسین بن منصور حلاج جن کی زبان سے انا الحق نکلا اسی نام کا ایک شخص گزرا ہے جو بغداد میں تھا اور وہ کافر و زندیق تھا، مگر وہ جادوگر تھا اس نے شہر واسط میں پرورش پائی تھی۔ حضرت عبد اللہ خفیفؒ آپ کو ایک عالم ربانی مانتے اور آپ کی بیحد عزت کرتے ہیں۔ اگر آپ ملعون ہوتے تو یہ بزرگ آپ کی تعریف ہرگز نہ کرتے

اکثر مشائخ نے آپ کو محض اس وجہ سے ترک کر دیا کہ، آپ ہمیشہ سرمست رہا کرتے تھے ،(۳)۔

ایک دفعہ آپ حضرت جنیدؒ کی مجلس میں آئے اور ان سے کوئی مسئلہ دریافت کیا، مگر شیخ جنیدؒ نے کوئی جواب نہیں دیا اور فرمایا، بہت جلد تم قتل کئے جاؤ گے، آپ نے کہا میں اس دن قتل کیا جاؤں گا، جب آپ اہل ظاہر کا لباس پہنیں گے، چنانچہ جب آپ کو از روئے شریعت گرفتار کیا گیا اور علماءؔ سے فتویٰ طلب کیا تو سب بزرگوں نے آپ کے قتل کا فتویٰ دے دیا، مگر حضرت جنیدؒ نے دستخط نہیں کئے، خلیفہ نے آپ کے دستخط پر اسرار کیا، تب آپ نے خانقاہ کو چھوڑ کر صوفیوں کا لباس اتارا اور مدرسہ میں جا کر علماءؔ کا لباس پہن کر لکھ دیا کہ ''نحن نحکم بالظاھر'' ہم لوگ ظاہر پر حکم کرتے ہیں یعنی فتویٰ لگاتے ہیں اور کہ ظاہر میں واقعی قابلِ قتل ہیں باطن کا حال خدا جانے''،(

حضرت مولانا عبد الرحمان جامیؒ فرماتے ہیں کہ: 'شیخ ابو العباس سریج قدس اللہ سرہ نے ان کے قتل کے فتویٰ (محضر) پر دستخط نہیں کئے، وہ فرماتے تھے کہ میں نہیں جانتا کہ شیخ منصورؒ کیا کہتے ہیں'(

کشف المحجوب میں (بتذکرہ منصور حلاج) مذکور ہے کہ، تمام متاخرین صوفیہ قدس اللہ ارواحہم نے ان کو قبول کیا ہے، اور بعض متقدمین (قدس اللہ اسرارہم) نے جو ان کو رد کیا ہے، اس کا باعث یہ نہیں ہے کہ ان حضرات نے ان کے دین میں طعن کیا ہے، یعنی دینی اعتبار سے ان کو ملامت کی ہے، ان کو بے دین یا دین سے منحرف قرار دیا ہے۔ جو فرد معاملت (مسلک وطریقت) میں مھجور ہے وہ اصل میں مھجور نہیں ہوتا۔ مشائخ متاخرین میں، سلطانِ طریقت شیخ ابو سعید ابو الخیر قدس اللہ تعالیٰ سرہ کا ارشاد ہے کہ: حسین بن منصور حلاج قدس اللہ روحہ حال کی انتہائی بلندی پر ہیں

،ان کے زمانے میں ممالک شرقیہ وغربیہ میں کوئی شخص ان کا مثل وعدیل نہیں تھا۔ شیخ الاسلام قدس سرہ فرماتے ہیں کہ: ''میں ان کو اپنے مشائخ کی موافقت اور شرع اور علم کی رعایت کی بنا پر قبول نہیں کرتا لیکن ساتھ ہی رد بھی نہیں کرتا، تم لوگ بھی ایسا ہی کرو، اور ان کو ان پر چھوڑ دو، البتہ میں اس شخص کو زیادہ محبوب رکھتا ہوں، جو ان کو قبول کرتا ہے، بمقابلہ اس شخص کے جو ان کا انکار کرتا ہے۔''(

شیخ عبد اللہ خفیف قدس سرہ فرماتے ہیں کہ: وہ امام ربانی تھے، شیخ الاسلام نے فرمایا کی بیشک وہ امام ہے، لیکن راز حقیقت ہر شخص سے کہہ دیا اور کمزور حال والوں پر اس کو اٹھانے کیلئے پیش کیا اور اس امر میں شریعت کی رعایت ملحوظ نہیں رکھی، بس ان پر جو کچھ گذری وہ سب اسی سبب سے گذری۔''

باوجود اس دعویٰ کے، شیخ حسین بن منصورؒ ایک شبانہ روز میں ہزار رکعات نماز پڑھا کرتے تھے، جس دن ان کو قتل کیا گیا، اس کی رات میں انہوں نے پانچ سو رکعت نماز ادا کی تھی۔

شیخ الاسلام قدس سرہ فرماتے ہیں کہ، ان کو مسئلہ الہام کے سلسلہ میں قتل کیا گیا، یہ کہنا کہ انہوں نے پیغمبری کا دعویٰ کیا یا وہ کہتے تھے کہ میں پیغمبر ہوں، ان کے بارے میں ظلم اور ناانصافی ہے، (انہوں نے یہ دعویٰ نہیں کیا تھا)، جب شیخ حسین بن منصور حلاجؒ کو سولی پر چڑھایا گیا، تو شیخ شبلی قدس سرہ ان کی دار کے نیچے پہنچے اور فرمایا: ''اَوَلم ننھک عن العالمین (کیا ہم نے تم لوگوں سے کہنے پر منع نہیں کیا تھا (یعنی یہ راز عوام سے نہ کہنا)۔

یہ سن کر اس قاضی نے جس نے ان کو سولی پر چڑھانے کا حکم دیا تھا، کہا کہ وہ (منصور حلاج) تو پیغمبری کا دعویٰ کرتا تھا اور یہ شخص (شبلی) خدائی کا دعویٰ کر رہا ہے، (برحسب قول مذکورہ) یہ سن کر شبلیؒ نے فرمایا کہ، میں بھی وہی بات کر رہا ہوں،

(جومنصور نے کہی تھی) لیکن میری دیوانگی نے مجھے بچالیا اور اس کی فراست و دانش نے اس کو مصیبت میں ڈال دیا،(

شیخ فارسؒ کے حوالہ سے، حسین بن منصور حلاجؒ کے بارے میں نفحاتُ الانس میں آیا ہے کہ 'لوگوں نے 'حلاجؒ سے جھوٹی باتیں منسوب کی ہیں اور نادانی پر مبنی کلمات ان کے بارے میں کہے ہیں اور ان کی طرف ایسی کتابیں منسوب کی ہیں جو حقیقت میں ان کی تصانیف نہیں ہیں، جو بات ٹھیک تھی وہی ان سے ظاہر ہوتی تھی، ان کے اشعار بہت فصیح ہوتے تھے اور مجھ کو حلاجؒ کے اشعار لوگوں نے سنائے اشعار یہ ہیں:

انت بین الشغاف والقب تجری، مثل جری الدموع فی الاجفان۔

دل کے پردے اور دل کے درمیان، تو ہے یوں،
پلکوں سے جیسے اشک ہوں میری رواں۔

وتحل الضمیر جوف فوادی، کحلول الارواح فی الابدان۔

میرے جوف دل میں تو ہے یوں مکیں،
جس طرح سے ہے حلول روح بدنوں میں نہاں۔

لیس من ساکن تحرک اِلا، انت حرکتہ خفی المکان۔

غیر ممکن ہے کسی ساکن سے حرکت کا صدور،
حکم سے تیرے مگر ہے، ہو وہ پوشیدہ مکان۔

یاھلالابدٔ الاربع عشر، لثمان واربع واثنان۔

اے میرے محبوب تو تو چودھویں کا چاند ہے،
آٹھ چار اور دو ہیں، چودھا بے گمان۔(۲)۔

حضرت ابوالحسن سید علی بن عثمان ہجویریؒ انہیں ''غریق معنی۔ ہلاک دعویٰ کہتے ہیں، مزید فرماتے ہیں کہ، منصور حلاجؒ بڑی ہمت کا مالک تھا، مشائخ کبار میں ان کے متعلق اختلاف ہے، ایک گروہ انہیں مردود اور دوسرا اس کو مقبول کہتا ہے، مثلاً عمر بن عثمان المکیؒ، ابویعقوب نہر جوریؒ، ابوایوب اقطع، علی بن سہل اصفہانیؒ، ابن عطاؒ، محمد بن حنیفؒ، ابوالقاسم نصرآبادیؒ اور ان کے بعد کے سارے مشائخ اسے مقبول سمجھتے ہیں، کچھ بزرگ اس معاملہ میں فیصلہ کن بات نہیں کرتے مثلاً جنیدؒ، شبلیؒ، جریریؒ، حصریؒ، کچھ اور لوگ اسے جادوگر تصور کرتے ہیں، مگر ہمارے زمانے میں شیخ ابوسعیدؒ، ابوالخیرؒ، شیخ قاسم گرگانیؒ، اور شیخ ابوالعباس اشقانیؒ، اس کے ساتھ ارادت کا اظہار کرتے ہیں اور اس کی بزرگی کے معترف ہیں۔ حضرت حسین بن منصور حلاجؒ کو اس بنیاد پر رد نہیں کیا جا سکتا کہ، اس کی تعلیم کم تھی یا دین میں کچا تھا، مگر اس کو اسلئے رد کیا جاتا ہے کہ اس کی گفتگو پکڑ کے قابل تھی۔ بحمداللہ مجھے حسین بن منصورؒ سے ارادت ہے، لیکن اس کا طریق کسی اصلیت پر قائم نہیں اور اس کا حال کسی ایک محل پر قرار پذیر نہیں۔ ہے، میں نے اپنی کتاب 'منہاج الدین' میں بھی اس کی ابتدا اور انتہا پر تبصرہ کیا ہے۔ وہ سہل بن عبداللہ تستری کے بعد عمر بن عثمان سے ملا، مگر تھوڑے عرصے کے بعد اس کو بھی چھوڑ کر چلے گئے، جنید کی طرف بھی رخ کیا مگر اس نے اسے قبول نہیں کیا۔(۳)

''بغداد سمیت پوری دنیا کے سالکانِ طریقت، صوفیاء کرام اور عشاق نے حضرت حسین بن منصور حلاجؒ کو اپنا پیر و مرشد اور رہبر مانا ہے، جن میں حضرت محی الدین ابن عربیؒ (وفات۔۶۳۸ھ)، شاذلیؒ (وفات ۶۵۴ھ)، سلمان نیشاپوریؒ (وفات ۴۱۰ھ)، بہان بقلی شیرازیؒ (وفات ۶۰۶ھ)، شیخ ابوبکر دلف، بن حجدر شبلی نصرآبادی نیشاپوریؒ (وفات ۳۷۲ھ)، حکیم ثنائی غزنویؒ (وفات ۵۵۰ھ)، شہاب الدین طوسیؒ (وفات ۵۵۶ھ)، ابوسعید ابوالخیرؒ (وفات ۴۹۴ھ)، محدث ابوطاہر

سلفیؒ (وفات ۵۷۶ھ)، خواجہ عبداللہ انصاریؒ (۴۸۱ھ)، یوسف ہمدانیؒ (وفات ۵۲۵ھ)، ابن خفیف شیرازیؒ (وفات ۳۷۱ھ)، حضرت احمد غزالیؒ (وفات ۵۲۰ھ) جناب محی الدین عبدالقادر جیلانی بغدادیؒ (وفات ۵۶۱ھ)، حضرت شیخ فریدالدین عطارؒ (وفات ۶۱۷ھ)، مولانا جلال الدین رومیؒ (وفات ۶۷۲ھ)، مجدد الف ثانی سرہندی نقشبندیؒ (وفات ۱۰۳۴ھ)، مرزا عبدالقادر بیدلؒ (وفات ۱۱۳۳ھ)، سندھ میں حضرت قلندر لعل شہبازؒ، حضرت سچل سرمستؒ، حضرت قادر بخش بیدلؒ، فقیر مسرورؒ اور کئی صوفیاء کرام نے حضرت حسین بن منصور حلاجؒ کے مسلک وحدت الوجود سے اتفاق کیا ہے۔(۱)۔

ارشادات حضرت حسین بن منصور حلاجؒ:

نقل ہے آپ نے ایک دن ابراہیم خواصؒ کو جنگل میں دیکھ کر پوچھا، کیا کر رہے ہو؟ انہوں نے کہا کہ مقامات توکل درست کر رہا ہوں، آپ نے فرمایا کہ تمام عمر شکم پروری میں ضایع کر دی، توحید میں فانی کب ہو گے،(

اس کے اکثر اقوال بہت خطرناک ہیں مثلاً کہتا ہے: الالسنۃ مستنطقات تحت نقطہا مستہلکات یعنی ’زبانیں بولنا چاہتی ہیں اور گفتگو کی وجہ سے ہلاک ہونے کی تمنا رکھتی ہیں‘‘۔(۶)۔

یہ کلمات بھی ابن منصور حلاجؒ سے منسوب ہیں کہ: ’’کفرت بِدین اللہ والکفر واجب، لدیّ وعند المسلمین قبیح (میں اللہ کے دین سے کافر ہوا اور یہ کفر میرے نزدیک واجب اور مسلمانوں کے نزدیک برا ہے)۔(۷)۔

’’نقل ہے کہ آپ دن رات چار سو رکعت نماز پڑھتے تھے، اور اس قدر نماز کو اپنے اوپر فرض سمجھتے تھے، لوگوں نے وجہ پوچھی، تو فرمایا کہ مجھے کوئی تکلیف محسوس نہیں ہوتی‘‘(

جب لوگوں نے قید خانہ میں بھی آپ کو نماز پڑھتے دیکھا، تو پوچھا کہ آپ تو کہتے ہیں کہ حق ہوں، پھر نماز کس کی پڑھتے ہو، فرمایا کہ ہم اپنی قدر خوب جانتے ہیں۔(۳)۔

روایت ہے کہ، ایک بار شیخ منصورؒ، سیدالطائفہ شیخ جنیدؒ کے مکان پر گئے، دروازہ کھٹکھٹایا، شیخ نے دریافت کیا کہ کون ہے؟ منصور نے کہا: ’’حق‘‘ ہے۔ شیخ جنیدؒ نے فرمایا حق نہیں ہے، بلکہ حق کے ساتھ ہے (گفت نہ حقی بلکہ بحقی)۔ اس کے ساتھ ہی کہا کہ ’ای خشبتہ تفسلھا وہ کون سی چوب و دار ہے جو تجھ سے آلودہ و چرب ہوگئی(۵)۔

فرماتے ہیں کہ میں نے ایک صوفی کو دیکھ کر پوچھا کہ، تم اس کی طرف کس طرح اڑتے ہو؟ اس نے کہا کہ پر و بال جو کہ مرے ہیں، آپ نے کہا کہ ان کو کاٹ ڈالو کیونکہ وہ ’’لیس کمثلہٖ شئ‘‘ ہے، اور تم اس تک نہیں پہنچ سکتے۔ پوچھا کہ عارف کے لئے وقت ہوتا ہے، فرمایا کہ نہیں کیونکہ وقت صاحب وقت کی صفت ہے اور جو اپنی صفت پر بھروسہ کرتا ہے وہ عارف نہیں ہے۔

لوگوں نے پوچھا کہ طریق خدا کیا ہے اور کس قدر؟ فرمایا کہ صرف دو قدم، ایک قدم دنیا سے اٹھایا، اور عقبیٰ میں پہنچ گئے، دوسرا قدم عقبیٰ سے اٹھایا تو مولیٰ تک پہنچ گئے۔

فقر کی معنی پوچھی گئی تو فرمایا کہ، فقیر وہ ہے جو ماسویٰ اللہ سے بے نیاز ہو۔

فرماتے ہیں کہ صوفی وہ ہے جو، خدا کی طرف سے اشارہ کرے اور خلقت خدا کی طرف اشارہ کرتے ہیں، خُلق عظیم کے متعلق پوچھا تو فرمایا کہ اس کی معنی یہ ہے کہ، خلقت کی جفاء اس پر کچھ اثر نہ کرے بعد اس کے حق کو پہچان چکا ہو تو، توکل کے

متعلق فرمایا کہ، توکل یہ ہے کہ جب تک شہر میں اپنے آپ سے زیادہ مستحق کھانے کو پائے، کھانہ نہ کھائے، فرماتے ہیں کہ، زبان گویا خاموش دلوں کی ہلاکت ہے۔

فرماتے ہیں کہ، اخلاص کے معنی کدورت کے شائبہ سے عمل کو پاک رکھنے کے ہیں۔

فرمایا کہ مرید وہ ہے، جو اجتہاد میں مکشوفات پر سبقت لے جائے اور کہ مرید اپنی توبہ کے سایہ میں ہوتا ہے، مراد عصمت کے سایہ ہیں اور مراد وہ ہے جس کے مکشوفات اجتہاد سے سابق ہوں۔

فرماتے ہیں کہ، دنیا چھوڑ دینا زہد نفس ہے، آخرت کو چھوڑ نا زہد دل ہے، خودی کو ترک کرنا زہد جان کا ہے۔

لوگوں نے صبر کی معنی پوچھی تو فرمایا کہ، صبر یہ ہے کہ ایک ہاتھ پاؤں کاٹ کر دار پر لٹکایا جائے تو آہ نہ کرسکے)۔

شیخ فارس ابن عیسیٰؒ (کنیت ابوالقاسم، آپ شیخ منصور حلاجؒ کے خلفاء میں سے ہیں، شیخ فارس قدس سرہ کو گروہ صوفیہ کے متکلمین میں شمار کیا جاتا ہے)، شیخ فارس کہتے ہیں کہ، میں نے شیخ حسین حلاجؒ سے دریافت کیا کہ، مرید کون ہے، انہوں نے جواب میں فرمایا: ''ھو الرّامی باوّل قصدہ الی اللہ سبحانہ فلا یعرج حتّٰی یصل: یعنی مرید وہ ہے کہ، پہلے ہی نشانہ میں اپنا مقصود اللہ تعالیٰ کو بنائے اور جب تک وہاں نہ پہنچے اس کو چین اور سکون میسر نہ آئے اور کسی چیز میں مشغول نہ ہو۔(

ایک دفعہ لوگوں نے آپ سے دریافت کیا کہ، توحید کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: افراد القدم عن الحدث یعنی قدیم کو حادث سے الگ کرنا۔(۲)۔

احمد بن فاتکؒ سے روایت ہے کہ، حسین بن منصور سے پوچھا گیا۔ مَنِ الصّوفیُّ (صوفی کون ہے)، اس نے جواب دیا۔ وِجدَانیُّ الذَّات، (جس کی طبیعت کی بنیاد وجدان ہو(۵)۔

حکایت میں ہے کہ، جب حسین بن منصورؒ مغلوب الحال ہوکر عمر بن عثمانؒ سے روگردان جنیدؒ کے پاس آیا، جنیدؒ نے پوچھا، کیوں آئے ہو؟ حسینؒ نے کہا 'فیض صحبت کیلئے۔' فرمایا۔ 'اہل جنوں کا ہمارے ہاں کوئی کام نہیں، مجالست کیلئے صحت کی ضرورت ہے اور تمہیں صحت حاصل ہوگئی تو وہی کروگے جو عبداللہ تستریؒ اور عمروؒ نے کیا۔'

حسین بن منصور نے کہا۔ 'یا شیخ سکر و صحو دو انسانی صفا ہیں اور جب کہ یہ فنا نہیں ہوتیں، انسان حق تعالیٰ سے محجوب ہیں۔' جنیدؒ نے کہا۔ 'تم غلط کہہ رہے ہو، صحو باری تعالیٰ کے سامنے صحت حال کا نام ہے اور سکر فرط شوق اور غایت محب کو کہتے ہیں، یہ دونوں چیزیں انسانی صفات میں شامل ہیں اور کوشش سے حاصل نہیں ہوسکتیں، تمہارا کلام فضول اور بے معنی ہے۔' واللہ اعلم۔(۵)۔

کہتے ہیں، حسین بن منصورؒ کوفہ میں محمد بن الحسین العلویؒ کے گھر مہمان تھے، ابراہیم خواصؒ بھی کوفہ آئے اور حسین بن منصورؒ کی موجودگی کی خبر سن کر ان کے پاس پہنچے، حسینؒ نے کہا۔ 'ابراہیم! چالیس برس طریق پر گامزن رہے، کیا ہاتھ آیا؟'، جواب دیا۔ 'میں نے توکل کا مسلک اختیار کیا۔' حسین نے کہا۔ 'اپنی عمر تزکیہ باطن میں صرف کردی فنافی توحید کا کیا بنا؟'

☆

گرنئی واقف ازین اسرار برخاک کن، بیفائدہ خود را چرا بازیب وزر آراستن۔

تو اگر اس راز سے واقف نہیں ہے، تو اپنے سر پر خاک ڈال،

پھر خواہ مخواہ اپنے آپ کو سنوارنے سے کیا فائدہ۔

(حضرت سچل سرمستؒ)

مطالعۂ کلام حضرت سچل سرمستؒ

سندہ کے عظیم صوفی شاعروں نے ہمیشہ سچائیوں ہی کی لذّتِ آگاہی سے اپنے پیام وکلام کے حسن و جمال کونکھارا ہے، سچل سائیں کا کمال یہ ہے کہ، انہوں نے ہراس زبان میں اپنی نوائے محرکانہ کا جادو جگایا ہے جس کے ذخیرۂ الفاظ اوراسالیبِ اظہار پران کوقدرت حاصل تھی، سندھی، فارسی، سرائکی اوراردو کے علاوہ ہندی، عربی اور پنجابی سے بھی ان کوتعلق خاطر رہا ہے، شایداسی لئے عموماً شاعرِ ہفت زبان کہلا۸تے ہیں(

حضرت سچل سرمستؒ کا دور (۱۱۵۲ ہجری، ۱۷۳۹ عیسوی۔ ۱۴ رمضان المبارک ۱۲۴۲ ہجری، مطابق اپریل ۱۸۲۷ عیسوی) علم وادب کے لحاظ سے سندھ کا وہ دور ہے، جب سندھی، سرائکی اور فارسی شاعری کے ساتھ اردو شاعری کی بھی ابتدائی نشوونما ہوئی ہے۔ آفاق صاحب لکھتے ہیں کہ، ''سابقہ ریاست خیرپور کے تالپور فرمانرواؤں میں کئی ایسے ادب دوست حکمران گذرے ہیں، جنہوں نے سندھی فارسی اوراردو میں بڑی قادرالکلامی سے کمالِ سخن کا جادو جگایا ہے۔ کلہوڑادورِ حکومت میں دربار کے ساتھ مدارس میں بھی فارسی پڑہائی جاتی تھی، فارسی کے اس غلبہ کی وجہ سے، حضرت سچل سرمستؒ نے سندھی، سرائکی اور اردو کے ساتھ ساتھ فارسی میں بھی شاعری کی، جس میں عارفانہ مستی اور والہانہ جذب وکیف ملتا ہے، جوایک عظیم صوفی شاعر کی حیثیت سے ان کی حق گوئی اور بے باکی اور سدا سہانی انسان دوستی سے عبارت ہے''(۸)۔

حضرت سچل سرمستؒ کے کلام میں مقامی رنگ آمیزی کے ساتھ تصوف کا جوامتزاج ملتا ہے، اس میں زیادہ نمایاں حضرت حسین بن منصور حلاجؒ کا وہ مسلک ہے، جس کے اظہار پراسے سولی پرلٹکایا گیا تھا۔

خواجہ منصور قربان کرد جان درراہِ عشق،
تاہنوز آن قیل وقالش جابجاؤ ہر کجاست۔

یعنی خواجہ منصور نے اپنی جان کوراہِ حق میں قربان کردیا،
اورآج تک ہرجگہ اور ہرمقام پراس کا چرچہ ہورہا ہے۔

اوراس میں شک نہیں کہ، اگر حسین بن منصور حلاجؒ نے اس صدائے حق کا پرچم بلند نہ کیا ہوتا تواس کے بعد آنے والے شاہانِ عشق کے اندر ہمہ اوست کے اسرار کا یہ انداز نہ ابھرتا، شرابِ توحید سے مخمور ہونے والوں کا یہ رندانہ شیوہ اوراس کا بیباک اظہار، تصوف کے حوالے سے، حضرت حسین بن منصور حلاجؒ کی بہادری اور قربانی بلکل منفرد ہے، اور بقول حضرت سچل سرمستؒ:

قاضی ومفتی کجا ہر طرف خود خدا، کار ہمہ اوکند تہمت برملیان۔

(قاضی اور مفتی کہاں تھے، ہر طرف خود خدا تھا،

تمام کام وہ خود ہی کرتا ہے اور تہمت ملاؤں پر رکھتا ہے)۔

اور یہ تصوف ہی کی کارفرمائی ہے کہ، سندھ کے بیشتر شعراء نے اپنے کلام کے ذریعے جا بجا جلوہ گرِ پاک ذات کی حقیقت اور اس کی وحدانیت کے نقارے بجائے ہیں۔

جہاں تک فارسی شاعری کا تعلق ہے تو، مولانا شبلیؒ کا یہ دلیل تاریخی حیثیت رکھتا ہے کہ: ''فارسی شاعری اس وقت تک بے جان تھی، جب تک اس میں تصوف کا عنصر شامل نہیں ہوا، شاعری اصل میں اظہارِ جذبات کا نام ہے، تصوف سے پہلے جذبات کا سرے سے وجود ہی نہیں تھا، قصیدہ، ملاحی اور خوشامد کا نام تھا، مثنوی واقعہ نگاری تھی، غزل زبانی باتیں تھیں، تصوف کا اصلی مایہ خمیر، عشقِ حقیقی ہے، جو سرتا پا جذبہ اور جوش ہے، عشقِ حقیقی کی بدولت مجاز کی بھی قدر ہوئی اور اس آگ نے تمام سینہ و دل گرما دئے، اب زبان سے جو کچھ نکلتا تھا گرم) سے خالی نہیں ہوتا تھا۔(

خود سندھ میں حضرت قلندر لعل شہبازؒ کی فارسی شاعری کے اندر جو رمزنی کا انداز ہے، وہ بھی منصوریؒ مسلک اور مراحل کا معترف ہے، فرماتے ہیں:

بیا جانان تماشہ کن کہ در انبوہ جان بازان،
بصد سامانِ رسوائی من سرِ بازار می رقصم۔
منم عثمان مروندی کہ یارشاہ منصورم،
ملامت می کند خلقی و من بردار می رقصم۔

(میرے محبوب! آکر جان قربان کرنے والے کا، اس انبوہ میں تماشہ دیکھ کر جا، کہ میں سامانِ رسوائی اٹھا کر سر بازار رقص کر رہا ہوں، میں وہی عثمان مروندی ہوں، جس کا دوست خواجہ منصور ہے، ساری دنیا مجھ پر ملامت کر رہی ہے اور میں دار پر محوِ رقص ہوں)۔(

اسی کیفیت کو، حضرت سچل سرمستؒ نے اس طرح بیان کیا ہے:

زمستی عاشقان در رقص آیند، زنند ایں نعرہ انا الحق الا۔

(عشاق جب جذب اور سرمستی کے عالم میں رقص کرتے ہیں
تو انا الحق کا نعرہ لگاتے ہیں)

حسین بن منصور حلاجؒ کے سولی پر چڑھایا جانا، آسمانِ تصوف کے ہر عاشق صادق صوفی شاعر کی پرواز میں ایک عجب خمار اور بیخودی پیدا کرتا ہے، اور اس کا اظہار فارسی زبان میں زیادہ وسیع معنوی صورت اختیار کر لیتا ہے۔

یوں تو سندھ میں فارسی شاعری کی ابتدا، حضرت شیخ عثمان مروندی لعل شہباز قلندر (۵۳۸ـ۶۵۰ھ) کی شاعری سے نظر آتی ہے، مگر بعد میں یہ کمال سندھ کے ان شعراءُ کے کلام میں بھی پایا جاتا ہے جو بنیادی طور پر سندھی تھے، مگر فارسی زبان پر بھی ان کی دسترس اتنی تھی کہ ''ابوالفارسی'' کہلائے، مثلاً جام جونا، شیخ عیسیٰ لنگوٹیہ، جام نظام الدین (جام نندو: ۱۴۶۱ـ۱۵۰۸ء) اور مخدوم بلاول (۱۵۲۳ء) سید ـجان ـ اللہ ـ شاہ (۱۷۵۴ء)، محمد حسن (۱۷۰۹ـ۱۷۵۰ء)، علی شیر قانع (۱۷۲۷ـ۱۷۸۹ء)، محمد پناہ رجا، میاں سرفراز کلہوڑو (۱۷۷۲ء)، منشی شیوک رام عطارد، حضرت عبدالوہاب سچل سرمستؒ (۱۷۳۹ـ۱۸۲۷ء)، غلام علی مائل (۱۷۶۸ـ۱۸۳۵ء)، میر کرم علی خان (۱۸۲۸ء)، نواب ولی محمد خان (۱۸۳۲ء)، آخوند محمد قاسم ہالائی (۱۸۲۵ء)، دلپت صوفی (۱۸۴۱ء) ملا صاحبڈنو (۱۸۴۳ء) محمد عارف صنعت (۱۲۶۶ھ)، حضرت قادر بخش بیدلؒ (۱۸۱۴ـ۱۸۷۲ء)، پیر محمد حزب اللہ شاہ (۱۸۴۲ـ۱۸۹۰ء)، میر جان اللہ شاہ سوئم (۱۸۹۳ء)، سید غلام محمد شاہ گدا (۱۹۰۴ء)، میر علی نواز علوی (۱۸۵۱ـ۱۹۲۱ء)، میاں والیڈنو فقیر (۱۸۸۹ء) اور فقیر غلام علی مسرورؒ

(۱۸۹۴ـ۱۹۵۳ئ) وہ نامور شعراُ گذرے ہیں جن کے کلام کو تصوف کے حسن اور مہک کی علامت کہا جاسکتا ہے، جس میں نہ صرف روحانیت کے انمول موتی ہیں، مگر ایک طرف خسروی اور دہلوی دبستان کے رنگ نمودار ہیں تو دوسری طرف حافظ شیرازیؒ اور شیخ عطارؒ کی قلبی واردات اپنی لامحدود وسعتوں میں ہم رکاب نظر آتی ہیں۔ (۱۰)۔

فارسی شاعری کے اس طویل سفر (۱۱۴۰ـ۱۹۳۵ئ) کے نتیجے میں، تصوف کے وہ راز و رموز آشکار ہوئے ہیں، جس کی بنا پر سندھی کے بیشتر شعراُ کو سندھ میں رومیؒ، حافظؒ، سعدیؒ، جامیؒ، نظامیؒ، عطارؒ اور فردوسیؒ کا رتبہ دیا جاتا ہے۔

ہمہ اوست کے اس متصوفانہ رموز پر ان سارے شعراُ نے عناصرِ عرفان بڑی باریک بینی سے بیان کئے ہیں، جس میں مرکزی نکتہ زیادہ تر حضرت حسین بن منصور حلاجؒ کا نعرہ مستانہ ہے، جس کے حوالے سے حضرت سچل سرمستؒ فرماتے ہیں:

کوس منصوری بکوبم در جہان، گر رود سر خوشترم باشد نثار۔

(میں دنیا میں منصوری نقارہ بجاؤں گا،

اگر میرا سر چلا جائے تو اس قربانی پر میں خوش ہوں گا)۔

حضرت سچل سرمستؒ نے، حسین بن منصور حلاجؒ کے ساتھ ساتھ شیخ فریدالدین عطارؒ، سرمدؒ، شاہ شرف بوعلی قلندرؒ، حضرت نجم الدین کبریؒ، حضرت عبداللہ ہرویؒ، خراسان کے حضرت عبدالخالقؒ، حضرت شمس تبریزؒ، خواجہ ابوالعباسؒ، اور شیخ ہیکلؒ، سندھ کے شاہ عنایت شہیدؒ، شاہ کرملؒ، قہیرا کپاہیؒ، قاسمؒ، موسیٰ سہاگؒ اور بھی عشاق ہیں، جن کے خونِ ناحق کو بھی اپنے صحابہ کاروانِ راہِ عشق میں شمار کیا ہے، جن پر ان کی ایک مکمل غزل، آشکار حصہ دوئم میں موجود ہے:

در دو عالم بادشاہ عشق سیاّر آمدہ، گہہ بمومن گہہ بمسلم گہہ بکفار آمدہ۔

(دونوں جہان میں شہنشاہِ عشق سیار بن کر آیا،

کبھی مومن، کبھی مسلمان، کبھی کافر بن کر آیا)۔

نعرہ انا الحق زدہ منصور بر دار رسید، تیغ عشقش ناگہان بر شیخ عطار آمدہ۔

(انا الحق کا نعرہ لگا اور منصور بن کر سولی پر پہنچ جا،

اچانک اس کے عشق کی تلوار شیخ عطار کے سر پر آگئی)۔(۱۱)۔

خواجہ بوالعباس با منصور بودہ ہم رفیق، اندرین میدان عشقش یار با یار آمدہ۔

(خواجہ ابوالعباس منصور کے دوست تھے،

عشق کے میدان میں دونوں دوست اکٹھے آئے)۔(۲۔الف)۔

شیخ ہیکل بود در بغداد شاگرد حلاج، دست شست از زندگانی پس بسر دار آمدہ۔

بغداد میں منصور حلاج کے شاگرد (مرید) شیخ ہیکل تھے،

انہوں نے زندگی سے ہاتھ دھویا اور سولی پر چڑھ گئے)۔(۲۔ب)۔

حضرت سچل سرمستؒ کی فارسی شاعری (دیوان آشکار) میں، حضرت حسین بن منصور حلاجؒ کے متعلق کچھ ذکر تو ان کے غزلیات میں آیا ہے، مگر انہوں نے چند مکمل غزلیں بھی لکھی ہیں، جن میں ایک طویل غزل بھی شامل ہے جس میں انہوں نے وحدت کے بے پایاں سمندر میں غوطہ زن ہوکر بیخودی میں کلام کیا ہے:

نہ آدم ماند این جای نہ جسم و جان سر پائے،

نہ پیدا گشت اجزای انا الحق میزنم برحق۔

(یہاں نہ آدم ہے اور نہ جسم و جان اور سر اور پاؤں کا پتہ ہے، اور نہ ہی عناصر کا نام و نشان، میں انا الحق کا نعرہ لگاتا ہوں اور اس میں حق پر ہوں)۔

حضرت ابوالحسن سید علی بن عثمان ہجویریؒ فرماتے ہیں کہ: ''ذات حق مالک القلوب ہے اور اسی ذات کو دلوں کی غیب اور حضور پر پوری قدرت ہے، یہ

دراصل جملہ منطق کا لب لباب مگر فرق کو مدنظر رکھتے ہوئے مشائخ کبار کا اختلاف ہے، ایک جماعت حضور کو غیبت پر ترجیح دیتی ہے اور دوسری غیبت کو حضور پر۔ اس بحث کی نوعیت صحو وسکر کی سی ہے مگر صحو وسکر بقائے اوصاف انسانی کی علامت ہیں اور غیبت وحضور فنائے اوصاف کی، اس لئے غیبت وحضور درحقیقت لطیف ہیں، غیبت کو حضور پر مقدم رکھنے والوں میں ابن عطاؒ، حسین بن منصورؒ، ابوبکر شبلیؒ، بندار بن الحسینؒ ابوحمزہؒ بغدادی، سمنون محبؒ اور کئی دیگر عراقی مشائخ شامل ہیں۔ وہ کہتے ہیں۔ ''خدا اور تیرے درمیان سب سے بڑا حجاب تیری اپنی ذات ہے، جب تو اپنی ذات سے غائب ہوجاتا ہے تو تیرے جبلی عیوب ختم ہوجاتے ہیں، تیری ذات میں ایک بنیادی انقلاب رونما ہوجاتا ہے، مریدوں کے مقامات تیرے لئے حجاب ہوکر رہ جاتے ہیں، طالبوں کے احوال سامانِ آفت بن جاتے ہیں، تیری اپنی ذات اور ہر غیر اللہ چیز تیری نگاہ میں ناپید ہوجاتی ہے، تیری انسانی صفات شعلہ قربت سے جل کر بھسم ہوجاتی ہیں، یہی غیبت کا عالم تھا جس میں باری تعالیٰ نے تجھے پشت آدم سے پیدا کیا، اپنا کلام مقدس تجھے سنوایا، خلعتِ توحید اور لباس مشاہدہ سے سرفراز کیا، جب تک تو اپنی ذات سے غائب تھا حضور حق سے سرفراز تھا، جب اپنی صفاتِ انسانی میں حاضر ہوا، قربتِ حقؓ سے غائب ہوگیا، تیرا حضور تیرے لئے باعث ہلاکت ہے۔

دوسری طرف حارث محاسبیؒ، جنیدؒ، سہل ابن عبداللہؒ، ابوحفص حدادؒ، حمدون قصارؒ، ابومحمد جریریؒ، حصریؒ، بانی مکتب محمد خفیفؒ اور کئی دیگر مشائخ حضور کو غیبت پر مقدم سمجھتے ہیں، کیونکہ سب خوبیاں حضور سے متعلق ہیں، اپنی ذات سے غائب ہونا، حضور حقؓ کی راہ ہے، اگر منزل پر پہنچ جائے یعنی حضور حاصل ہوجائے تو راہ درکار نہیں ہوتی، جو خود سے غائب ہو وہ لامحالہ حاضر بحق ہوتا ہے، غیبت کا حامل صاحبِ حضور ہے اور غیبت بے حضور بیکار ہے، غفلت سے دستبدار ہونا ضروری ہے، غیبت حضور کیلئے ذریعہ کار ہے اور حصول مقصد کے بعد ذریعہ کار کی کوئی اہمیت نہیں رہتی۔(

حضرت سچل سرمستؒ کے باطنی ادراک کے ساتھ اس کے ظاہری علوم کی بھی حد نہیں تھی، جس طرح تاریخ مشائخ چشت میں جناب خلیق احمد نظامی صاحب نے (ص:۱۲۲) کتاب کشف المحجوب کا حوالہ دیتے ہوئے صوفیہ کے دس عدد حلقے اور گروہ رقم کئے ہیں، مثلاً۔ مردود گروہ جس میں حلولی اور حلاجی کو شمار کیا ہے، اس کے بعد ترتیب اس طرح پیش کی ہے: طیفوریہ (حضرت بایزید بسطامیؒ)، قصاریہ (شیخ حمدو دفصادرؒ)، نوریہ (شیخ ابی الحسن بن نوریؒ)، محاسبیہ (شیخ حارث بن اسد محاسبیؒ)، تستریہ شیخ سہل بن عبداللہ تستری)، حکیمیہ (حضرت ابی عبداللہ بن علی الحکیم الترمزیؒ)، خزاریہ شیخ ابوسعید خزاریؒ)، خفیفیہ (شیخ ابوعبداللہ محمد بن خفیفؒ) اور ساریہ (شیخ ابوالعباس سیاریؒ)، تو حضرت سچل سرمستؒ نے ولایت کے درجات کی انتہا پر ایسے سارے فرقوں سے نفی کا اظہار کیا ہے، فرماتے ہیں:

کشیدم از سر برقعہ کہ پارہ فردہ ام خرقہ،
ندانم من زچہ فرقہ انا الحق میزنم برحق۔
(میں نے نقاب چہرہ سے ہٹادیا اور خرقہ صوفیانہ کو پارہ پارہ کردیا،
مجھے پتہ نہیں ہے کہ میرا کس فرقے سے تعلق ہے،
میں انا الحق کا نعرہ لگاتا ہوں اور اس میں حق پر ہوں)۔
نہ ایمان ودین دیدم نہ افلاک وزمین دیدم،
ہمہ راز زیر زیریں دیدم انا الحق میزنم برحق۔
(نہ دین وایمان نظر آئے اور نہ افلاک اور زمین، یہ سب میرے قدموں کے
نیچے تھے، میں انا الحق کا نعرہ لگاتا ہوں اور اس میں حق پر ہوں)
ہمیں گفتار حق باشد ہمہ رفار حق باشد،

ببین اسرار حق باشد انا الحق میزنم برحق۔

(میں جو کچھ کہتا ہوں اور کرتا ہوں وہی حق ہے،

اور دیکھو میری گفتار اور رفتار اسرار حق کی آئینہ دار ہے،

میں انا الحق کا نعرہ لگاتا ہوں اور اس میں حق پر ہوں)۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی قدس سرہ صوفیاء کے اعتقادات کی کیفیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''جاننا چاہیئے کہ صوفیوں کے اعتقادات آخرِ کار منازل سلوک کے پورا ہونے اور ولایت کے درجوں کی نہایت کو پہنچنے کے بعد وہی ہیں جو علمائے اہل حق کے ہیں، فرق صرف اتنا ہے کہ علماء کو نقل یا استدلال سے حاصل ہوئے ہیں اور صوفیوں کو کشف یا الہام سے، اگرچہ صوفیہ میں سے بعض کو اثنائے راہ میں سکر وغلبہ کے سبب سے اعتقادات کے خلاف امور ظاہر ہوتے ہیں، لیکن اگر اس کو ان مقامات سے گذر کر نہایت کار کو پہنچا دیں تو وہ امور نیست و نابود ہو جاتے ہیں اور اگر اسی مخالفت پر باقی رہتے ہیں تو بھی امید ہے کہ اس کو اس مخالفت پر گرفت نہیں کریں گے، اس کا معاملہ خطا کرنے والے مجتہد کا سا ہے کہ جس نے استراج احکام میں خطا کی اور اس صوفی نے کشف میں خطا کی (یہاں تک فرمایا) پس سالک کو چاہیئے کہ حقیقت کار پر پہنچنے سے پہلے باوجود اپنے کشف والہام کی مخالفت کے علماء اہل حق کی تقلید کو لازم جانے، اور علماء کو حق بجانب اور اپنے تئیں خطا کرنے والا خیال کرے، کیونکہ علماء کی دلیل انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تقلید ہے، جو قطعی وحی کے ساتھ موید اور خطا اور غلط سے معصوم ہیں، اور سالک کا کشف اور الہام جو وحی کے ساتھ ثابت شدہ احکام کا مخالف ہو خطا اور غلط ہے، پس اپنے کشف کو علماء کے قول پر مقدم رکھنا حقیقت میں احکام قطعیہ منزلہ پر مقدم رکھنا ہے، اور یہ عین گمراہی اور محض خسارہ ہے، نیز جس طرح کتاب وسنت کے موجب اعتقاد ضروری ہے، اسی طرح ان کے مقتضا پر عمل کرنا اس طریقہ پر کہ مجتہدین نے کتاب وسنت سے استنباط کیا ہے اور ان سے احکام نکالے ہیں، یعنی حلال وحرام وفرض وواجب وسنت مکروہ مشتبہ اور ان احکام کا جاننا بھی ضروری ہے۔ (۷۔الف)۔

اس حوالے سے حضرت سچل سرمستؒ فرماتے ہیں کہ:

منصور واقف بود است زین راز محرم گشتہ است،

جز نعرہ انا الحق شنو دیگر نہ از گفتار شد،

(یعنی اُس راز سے منصور آگاہ تھے بلکہ وہ محرم اسرار تھے اسی لئے ان کے منہ سے انا الحق کے علاوہ اور کوئی بات نہیں سنی گئی)۔

حضرت ابوالحسن سید علی بن عثمان ہجویریؒ فرماتے ہیں کہ ''جب بارگاہِ حق سے کسی چیز کا ظہور ہوتا ہے تو دیکھنے والا اپنی وجدانی کیفیت کو معرض بیان میں لانے کی کوشش کرتا ہے، الفاظ مبہم ہوتے ہیں خاص طور پر جب لکھنے والا تعجیل بھی کرے اور اسے اپنے اوپر ناز بھی ہو، یہ الفاظ تخیل پر گراں گذرتے ہیں، سننے والے ان کا مفہوم سمجھنے سے قاصر رہ جاتے ہیں''(۵)۔

اسی خیال سے حضرت سچل سرمستؒ نے فرمایا ہے:

این شیوہ است رندی معلوم شد برندان۔

(یہ رندی شیوہ ہے اور رندوں کو معلوم ہے۔)

زمی توحید سرمستم کفر اسلام رابستم، بمیخانہ شو بنشستم انا الحق میزنم برحق۔

(میں توحید کی شراب سے سرمست ہوں، میں نے کفر اور اسلام کو باندھ دیا ہے، میں جب میخانہ میں بیٹھتا ہوں تو میں انا الحق کا نعرہ لگاتا ہوں اور اس میں حق پر ہوں)

حلاجی حال کے اس اظہار کے حوالے سے، خواجہ سید بہاء الدین نقشبندی

قدس سرہ فرماتے ہیں: ''شریعت میں جس طرح کفر و اسلام ہے، طریقت میں بھی کفر و اسلام ہے اور جس طرح شریعت میں کفر شرارت و نقص ہے، اور اسلام کمال ہے، طریقت میں بھی کفر طریقت نقص ہے اور اسلام طریقت کمال ہے، کفر طریقت سے مراد مقام جمع ہے جو پوشیدہ رہنے کا محل ہے، اس مقام میں حق و باطل کی تمیز مفقود ہے، کیونکہ اس مقام میں سالک کا مشہور اچھے اور برے آئینوں میں محبوب کی وحدت کا جمال ہے،، پس وہ خیر و شر اور کمال و نقص کو اس وحدت کے مظاہر و ظلال کے سوا نہیں پاتا، اس لئے انکار کی نظر جو تمیز سے پیدا ہوتی ہے اس کے حق میں معدوم ہے، ناچار وہ سب سے مقام صلح میں ہے اور سب کو راہِ راست پر پاتا ہے، اور اس آیہ کریمہ کو گاتا ہے: **مَامِنۡ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِيَتِهَا ؕ اِنَّ رَبِّىۡ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ** (ھود ۱۱، ۵۶)، معنی نہیں ہے کوئی جاندار مگر پکڑے رہتے ہیں وہ اس کی پیشانی کے بالوں سے، بیشک میرا ربّ (ملتا) ہے، صراطِ مستقیم پر اور کبھی مظہر کو ظاہر کا عین سمجھ کر مخلوق کو خالق کا عین خیال کرتا ہے، اور مربوب کو ربّ کا عین جانتا ہے، یہ سب پھول ہیں جو مرتبہ جمع کے سبب سے کھلتے ہیں، منصور حلاجؒ اسی مقام میں فرماتے ہیں: کفرت بِدین اللہ والکفر واجب، لدیّ وعند المسلمین قبیح (میں کافر ہو گیا اللہ کے دین سے اور کفر واجب ہے میرے نزدیک اور مسلمانوں کے نزدیک برا ہے)۔ یہ کافر طریقت کفر شریعت سے پوری مناسبت رکھتا ہے اگرچہ کافر شریعت مردود اور عذاب کا مستحق ہے اور کافر طریقت مقبول درجات کا مستحق ہے، کیونکہ یہ کفر اور پردہ میں پوشیدہ ہونا محبوب حقیقی کی محبت کا غلبہ سے پیدا ہوا ہے، اور محبوب کے سوا سب کو فراموش کر دیا ہے، اس لیئے مقبول ہے، اور سہ کفر نادانی اور سرکشی کے غلبہ سے پیدا ہوا ہے، اس لئے مردود ہے، اور اسلام طریقت سے مراد مقام فرق ہے بعد جمع کے جو محل تمیز ہے اور یہاں حق و باطل سے، نیکی برائی سے متمیز ہے، اس اسلام طریقت کو اسلام شریعت سے پوری مناسبت ہے، بلکہ جب اسلام شریعت کمال کو پہنچا ہے تو اسلام کے ساتھ اتحاد پیدا کرتا ہے، بلکہ دونوں اسلام اسلام شریعت ہیں، ان میں فرق ظاہر شریعت و باطن شریعت اور صورت شریعت و حقیقت شریعت کا ہے، کفر طریقت کا مرتبہ اسلام شریعت سے اونچا ہے اگرچہ اسلام حقیقت شریعت سے پست و کمتر ہے،:(۷)۔

حضرت سچل سرمستؒ فرماتے ہیں:

کجائی آشکارا تو چہ ظاہر ہم چہ باطن او، یقین دان یک بودنی۔

(اے آشکار! تو کہاں ہے، ظاہر خواہ باطن وہی ہے،

یقین کر کہ وہ ایک ہے دو نہیں ہے)۔

حضرت فریدالدین مسعود گنج شکرؒ کا فرمان ہے کہ: ''انوار و اسرار کے لئے حوصلہ وسیع چاہیے تاکہ دوست کے اسرار مستحکم ہوں اور مقام بنائیں اگر دوست کا ایک بھی بھید ظاہر کر دیا جائے تو سِر برباد ہو جائے گا، جیسا کہ منصور حلاجؒ سے ہوا، کیونکہ یہ دوست کے بھید ہیں جو سِر انسان کو عالم انوار تجلی سے حاصل ہوا ہے، اسے ظاہر نہیں کرنا چاہیئے گا''(۸)

مگر حضرت سچل سرمستؒ کا فرمان ہے::

گر طلبی عشق او سر بسرِ دارده، از سری بیزار شو سر بسرِ دارده۔

(تو اگر عشق کا طلبگار ہے تو سر سولی پر چڑھا دے،

اپنے سر سے لاتعلق ہو جا اور سر سولی پر چڑھا دے)

طامع سر خود مشو بر رسنِ دار رد، دست ز وارین شو سر بسرِ دارده۔

اپنے سر کا لالچ نہ کر دار و رسن پر چلا جا،

دونوں جہاں سے ہاتھ دھولے اور سر سولی پر چڑھا دے)۔

توحید کے مراقبوں کی کثرت سے ایک ایسی حالت پیدا ہو جاتی ہے جس کو سکر کہتے ہیں، کیونکہ ان مراقبوں کی صورت قوّت متخیّلہ میں منقّش ہو جاتی ہے یا توحید کا علم اور اس کی تکرار ایک قسم کا ذوق بخشتا ہے، توحید کی یہ دو صورتیں معلول اور ضعیف ہیں اور دائرہ علم میں داخل ہیں، حال سے کچھ تعلق نہیں رکھتیں، اس کے علاوہ تصور فنائیت اور اس کی کثرت محبت کا غلبہ پیدا کرتی ہے، محبوب کی محبت کے غلبہ کے باعث غیر محبوب نظر سے دور ہو جاتا ہے، اور محبوب کے سوا کچھ دکھائی نہیں دیتا، سکر پیدا ہو جاتا ہے، سکر کے ساتھ کشف کا دروازہ کھل جاتا ہے، اب سالکِ راہ توحیدِ وجودی میں مستغرق ہے، نہیں جانتا مشہود کہاں ہے(۱۳) اور شاہد کون ہے اور کیا ہے۔(

چو شور افگند اندر دلم عشق گواہِ دست من آن دم نمانم۔

جب عشق میرے دل میں شور برپا کرتا ہے،

وہ گواہ ہے میں اس وقت موجود نہیں ہوتا)

از انا الحق ہمچو سلطان عشق، نعرہ زد مظہر حلاج۔

(شہنشاہ عشق نے منصور کا روپ دھار کر انا الحق کا نعرہ لگایا)

حضرت شاہ محمد عبد الشکور قادری چشتی جہانگیری مزید فرماتے ہیں کہ: ''سکر بیخودی یا مدہوشی ایک ہی چیز کا نام ہے، جب سکر کی ترقی ہوتی ہے اور یہ مقام نصیب ہوتا ہے تو انسان شعورِ خودی میں مبتلا ہوتا ہے، غرض انسانی روح، انسانی قلب کا صفیہ و جلیہ ہو جاتا ہے، تو انسان اپنی حقیقت کا آشنا ہونے لگتا ہے، اور مَن عَرَفَ نَفسَہ کا مصداق بن جاتا ہے''۔(۱۴)۔

اس کے آگے جب ترقی ہوتی ہے تو بصیرت اس قدر ترقی کر جاتی ہے کہ اپنے علاوہ عالم پر نگاہ ڈالتا ہے یہ شہودِ ثانی ہے اور جو کچھ انسان اپنی ذات میں ملاحظہ کرتا ہے، وہی سب کچھ عالم میں دیکھتا ہے اور اپنے نور سے دیکھتا ہے، عالم سے گذر کر شعور جب ترقی کرتا ہے تو اس کو شعور ذاتِ حق ہوتا ہے، اور اس شعور سے اپنی ذات کو دیکھتا ہے۔ یہ مراتب اور درجات توحید کے جس میں انسان اپنی ذات کو منکشف کرتا ہے، شعور تمام و کمال کو پہنچ جاتا ہے، انہی منازل و مقامات کو وحدت الوجود اور شاہد الوجود سے تعبیر کرتے ہیں۔ مغلوب الحال اپنی ذات کو بھی فراموش کر دیتے ہیں، گو ذات موجود رہتی ہے اور احساس رہتا ہے اگر احساس نہ ہو تو سب سے پہلے اپنی ذات گم ہو جاتی ہے، پھر کسی کا بھی احساس نہیں رہتا۔ یہ ممکن ہے کہ دوسرے کا احساس رہے اور اپنا گم ہو جائے، عقل کے خلاف ہے، غالب الحال سکر کو صحو کی حالت سے طے کرتے ہیں اور ہر چیز پر نگاہ رکھتے ہیں، جب اس مقام کو پہنچ جاتا ہے تو پھر فَقَد عَرَفَ ربہٗ کا مصداق بن جاتا ہے(۱۲)۔

تزکیۂ نفس اور معرفتِ خداوندی: انسان کی سعی اور مجاہدہ قربت خداوندی حاصل کرنے کا ذریعہ ہے، اور اسی لئے کوشش کر رہا ہے، تکالیف اٹھا رہا ہے، ذکر و فکر میں مبتلا ہے، جتنا اس حالت میں تغیّر ہوتا جاتا ہے، اتنا ہی واردات اور حالات کا کشف ہوتا جاتا ہے، ابتداء کی کچھ اور حالات و کیفیت تھی، انتہا کی کچھ اور۔ اور اب سالک راہ کو سوائے محبوب حقیقی کے کچھ نظر نہیں آتا، یا یوں کہئے کہ وجود خارجی کا پردہ ہٹ گیا اور جملہ حجابات دور ہو گئے، سب مانعات جاتے رہے، عبد اور معبود کے درمیان جو پردہ حائل تھا دور ہو گیا، یعنی ہر شخص جس قدر نفس کا تزکیہ کرے گا، اسی قدر عالم غیب کا ادراک ہوگا، چونکہ انسانی مدارج کی کوئی انتہا نہیں اس لئے ہر شخص جدا ادراک کرتا ہے،

''ساقی بہ ہمہ بادہ یک جام دہد اما، در مجلس او مستی ہر یک ز شراب است''

(ساقی سب کو ایک ہی خُم سے شراب دیتا ہے

لیکن جو لوگ پیتے ہیں ان کو الگ الگ نشہ ہوتا ہے)

یہ مقام ہے سالکانِ راہ جب اس مقام پر پہنچتے ہیں، ہر شخص نئے نئے رنگ اور مختلف حالات سے اس کا ذکر کرتا ہے۔(۱۳)۔

حضرت سچل سرمستؒ مراتبِ توحید کی وسعتوں میں منصور حلاجؒ کی طرح سیرِ آفاق کئے ہیں اور اسی خمار میں فرماتے ہیں:

کن فاش آشکارا این سرّ اناالحق را، کاندر سرِ منصوری خمار ہمی بینم۔

(اے آشکار! منصوری راز اناالحق کو ظاہر کر،

کیونکہ میں منصور کے سر میں خمار دیکھتا ہوں)۔

یقیناً حضرت حسین بن منصور حلاجؒ سے خمار میں ہی نعرہ حق بلند ہوا ہے، جس کے متعلق ملفوظات حضرت فریدالدین مسعود گنج شکرؒ میں ایک روایت رقم ہے:

خواجہ بدرالدین اسحاقؒ، حضرت فریدالدین مسعود گنج شکر کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ، بروز پیر اٹھارہ ماہ شعبان ۶۳۱ ہجری کو قدم بوسی کی سعادت نصیب ہوئی آپ نے فرمایا کہ خواجہ منصورؒ کی ایک ہمشیرہ تھیں وہ بغداد کے جنگل میں یادِ الٰہی میں مصروف تھیں، فرشتہ معرفتِ الٰہی کے شربت کا پیالہ پیش کرتا، ایک دن منصورؒ نے پیتے دیکھ کر اس پیالہ سے باقی ماندہ پی لیا مگر وہ برداشت نہ کرسکا اور از خود رفتہ ہوکر ''اناالحق'' پکارنا شروع کردیا، جب منصورؒ نے اناالحق یعنی دعویٰ ربّی کیا تو سولی چڑھائے گئے، ان کو دیکھ کر بہن نے کہا، یہ خام تھا اگر مرد کامل ہوتا، تو محبت و معرفت کے شربت کے چند گھونٹ پی کر اناالحق کا دعویٰ نہ کرتا، میں بیس سال سے ہر روز پورا پیالہ پیتی ہوں اور ھَل مِن مزید پکارتی ہوں، اسی پر جناب بابا فریدؒ نے فرمایا ایسے بھی ہیں جو دوست کے اسرار کے دریا پی جاتے ہیں لیکن ظاہر نہیں کرتے۔(

اسی خمار کی تصدیق حضرت سچل سرمستؒ کے ایک شعر میں بھی ملتی ہے:

مخمور ز جرعہ گشت منصور، بیخود گشت رفت بردار۔

(منصور صرف ایک گھونٹ سے مخمور ہوگیا اور ایسا بیخود ہوا کہ سولی پر چڑھ گیا)۔

فاش شد آن راز پنہان از زبان منصور وار،

ناگہان آن بحر اعظم موج خونی آورید۔

(وہ پوشیدہ راز منصور کی طرح زبان پر آ گیا،

اور اچانک اس بحرِ بے پایاں میں خون کی تغیانی آگئی)۔

حضرت سچل سرمستؒ نے اپنی صورتحال بھی حضرت حلاجؒ کی طرح بیان کی ہے، فرمایا ہے:

زمی نوشیدہ ام جامی شدم از درد بدنامی،

کہ طشت افتاد از بامی اناالحق میزنم برحق۔

(میں نے جام شراب نوش کیا اور عشق میں رسوا ہوگیا اور سارا راز فاش ہوگیا، میں اناالحق کا نعرہ لگاتا ہوں اور میں اس میں حق پر ہوں)

حضرت امام ربانی، مجدّد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی فاروقیؒ فرماتے ہیں کہ: ''مشائخ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم میں سے جس بزرگ سے شطحیات زبان سے نکالی ہیں اور ظاہر شریعت کے مخالف باتیں کہی ہیں وہ سب کفر طریقت کے مقام میں ہوا ہے، جو مستی و بے تمیزی کا مقام ہے، جو بزرگ کہ اسلام حقیقت کی دولت سے مشرف ہوئے ہیں وہ اس قسم کی باتوں سے پاک و بری ہیں اور ظاہر و باطن میں پیغمبروں کا اقتدا کرتے ہیں، اور ان کے تابع ہیں علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات، پس جو شخص شطحیات بولتا ہے اور سب سے مقام صلح میں ہے، اور سب کو راہِ راست پر سمجھتا ہے اور خالق اور مخلوق میں تمیز ثابت نہیں کرتا اور دوئی کے وجود کا قائل نہیں، اگر ایسا شخص مقام جمع میں پہنچا ہوا ہے اور کفر طریقت سے متصف ہوگیا ہے اور ماسوا کو بھول گیا ہے تو مقبول ہے اور اس کی باتیں مستی سے پیدا ہوئی ہیں اور ظاہر معنی سے مصروف

ہیں اور اگر اس حال کے حاصل ہونے کے بغیر اور درجہ اولیٰ پر پہنچنے کے بغیر ایسی شطحیات زبان پر لاتا ہے اور اس کو حق پر اور راہِ راست پر جانتا ہے، اور حق و باطل میں تمیز نہیں کرتا، تو وہ بے دین و ملحدوں سے ہے، جس کا مقصود شریعت کا ابطال ہے، اور اس کا مطلوب دعوت انبیاءؑ کا اٹھا دینا ہے، جو دونوں جہانوں کے لئے رحمت ہے۔ علیہم الصلوات والتحیات۔ پس یہ کلمات محق سے بھی صادر ہوتے ہیں اور مبطل سے بھی، محق کے لئے آبِ حیات ہیں اور مبطل کے لیئے زہرِ قاتل، مثل آبِ نیل کے جو بنی اسرائیل کے لئے خوشگوار اور قبطی کے لئے خون ناگوار تھا۔ یہ قدموں کی لغزش کی جگہ ہے، مسلمانوں کی جماعت کثیرہ اکابر ارباب سکر کی باتوں کی تقلید سے سیدھے راستے سے منحرف ہو کر گمراہی اور زبان کاری کے کوچوں کے پیچھے گری ہوئی ہے اور اپنے دین کو برباد کرتی ہے، انہیں یہ معلوم نہیں کہ ایسی باتوں کا قبول کرنا شرطوں کے ساتھ مشروط ہے جو ارباب سکر میں موجود اور ان میں مفقود ہیں، ان شرطوں میں بڑی شرط ماسوائے حق سبحانہ کی فراموشی ہے، جو اس قبول کی دہلیز ہے اور محق و مبطل میں امتیاز کی علامت شریعت پر استقامت اور عدم استقامت ہے، جو محق ہے، وہ باوجود مستی اور بے تمیزی کے بال برابر خلافت شریعت کا مرتکب نہ ہوگا، منصور حلاجؒ باوجود اناالحق کہنے کے ہر رات قید خانہ میں بھاری زنجیر کے ساتھ پانچ سو رکعت نماز ادا کرتا تھا اور ظالموں کے ہاتھ سے جو کھانا اسے ملتا تھا اگرچہ وجہ حلال تھا مگر وہ نہ کھاتا تھا اور جو شخص مبطل ہے، احکام شریعہ کی بجا آوری اس پر کوہ قاف کی طرح گراں ہے، آیہ کریمہ ہے: **كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِينَ مَا تَدْعُوهُمْ إِلَيْهِ** (دشوار ہے مشرکوں پر وہ کہ جس کی طرف تو ان کو بلاتا ہے۔ ان کے حال پر صادق آتی ہے، **رَبَّنَا آتِنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً وَهَيِّئْ لَنَا مِنْ أَمْرِنَا رَشَدًا** (اے ہمارے مالک عطا فرما تو ہمیں اپنے جنابِ خاص سے رحمت اور مہیا کر تو ہمیں معاملات کی درستی (الکہف ۱۰:۱۸) اسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ۔''(

دراصل انسان کے اندر تمام مقامات موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ توفیق دے اور سمجھنے کی کوشش کرے تو اور بات ہے، ورنہ یہ معاملہ اور مسئلہ کہنے اور سننے سے باہر ہے اور راز کھلے بغیر بیان کرنا بھی ہرگز مناسب و مفید نہیں۔ فی الحقیقت بزرگانِ دین کی مقدس روش کی روشنی میں کوئی راہ نامعلوم و معدوم نہیں، اسی روش پر کاربند رہتے ہوئے خود کو باریک و دقیق مسائل میں الجھانے کے بجائے منزل مقصود کی سعی میں رہنا چاہیئے۔ احتی الوسع علماءؒ سے کسی معاملہ میں نہ الجھنا چاہیئے، صاحبِ نسبت بزرگ کا مرید خواہ کیسا ہی کیوں نہ ہو انشاء اللہ بروز قیام زمرۂ اولیاءؒ اللہ میں ہوگا، خود میں اہلیت پیدا کرنی چاہیئے۔ (۱۴)۔

اس حوالہ سے حضرت سچل سرمستؒ فرماتے ہیں کہ۔ ''تو اگر عقلمند ہے تو اس کے عشق کا طلبگار بن جا، سولی عشاق کی معراج ہے۔''

حضرت سچل سرمستؒ کے فارسی کلام میں، حضرت حسین بن منصور حلاجؒ کے متعلق جو ذکر آیا ہے وہ ان کے مسلک سے ہم آہنگی کا اعلیٰ ترین ثبوت ہے، حضرت سچل سرمستؒ کی اس یگانہ کلام میں، حضرت حسین بن منصورؒ کے متعلق جو موضوعات موجود ہیں، ان میں ایک تو ان کی ظاہر و باطنی قدر و منزلت ہے، جس کے سلسلے میں فرمایا ہے کہ ''منصور اس راز سے آگاہ تھے بلکہ وہ محرم اسرار تھے، اس لئے اس کے منہ سے اناالحق کے علاوہ کوئی بات نہیں سنی گئی''۔

دوسرا موضوع اپنے آپ کو پہچاننے اور اس راز کو سمجھنے کی تلقین پر مبنی ہے، جیسا کہ فرماتے ہیں کہ:

''ظاہر خواہ باطن اپنے آپ کو پہچان اور وہ کام کر جو شاہ منصور نے کیا''۔

''دیکھ منصور حلاج نے کس طرح عشق کا نقارہ بجایا اور عشاق میں نامور ہوگیا''۔

تیسرا موضوع اس کے واقعۂ شہادت کی قلمی تصویر پر مبنی، مستزاد کی صورت میں موجود ہے۔ اور ایک اور اہم بات جس کیلئے، حضرت سچل سرمستؒ نے بار بار تلقین کی ہے:

''عشق کی بازار میں جا، عشق کا خریدار بن، عاشق دلریش بن، دیدار کی طلب کر، اور جو شخص منصور کے مرتبہ کا طلبگار ہو وہ اپنے جسم فانی سے جان کو علحدہ کر دے۔''

عشق کے حوالہ سے یہی دیکھا گیا ہے کہ، ہر صوفی نے واصل باللہ ہونے کیلئے عشق کا ہی راستہ اختیار کیا ہے اور بقول حضرت سلطان باہوؒ: ''اس راستے میں عقل کا کوئی چارہ نہیں، حضرت عشق نے دونوں جہان سے بالاتر اپنی کبریائی کچہری کے اندر تخت سلطنت آراستہ کیا اس کی پاک ذات کی ماہیت کی کمال عبرت سے ہزاروں بلکہ بیشمار عقل کے قافلے سنگسار ہو گئے، سبحان اللہ عناصرِ خاکی کے اجسام سے اس کے جمال و جلال کے ہزاروں آثار نمودار ہیں۔''(

عقل اور عشق کی اس لڑائی میں عام طور پر جو بات سامنے آتی ہے، وہ دراصل شریعت اور طریقت کے معاملات کی بنیاد پر اُستوار نظر آتی ہیں، ولی اللہ حضرات کا کہنا ہے کہ یہ ایک باطنی راز ہے جو زاہدوں کو سمجھ میں نہیں آتا، جب کہ شریعت کا معاملہ ظاہر پر مبنی ہیں، جس کی پیروی میں حضرت جنیدؒ نے تصوف کا خرقہ اتار کر علماءٗ کا لباس پہنا تھا اور بعد میں حلاجؒ کے فتوئ پر دستخط کئے تھے، اور بقول حضرت سچل سرمستؒ: ''اس برگزیدہ عشاق کو جلدی ہی سولی پر کھینچ لیا، اور قاضیوں نے اس کے سر پر پتھر برسائے۔''

حضرت شاہ محمد عبدالشکور قادری چشتی جہانگیریؒ اپنے ارشادات میں اس پوشیدہ راز پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: شریعت اور طریقت کے بہت سے ایسے مسائل ہیں جن کی تشریح عام طور نہیں کی جاسکتی ہے، ورنہ عوام ہی نہیں خواص تک ان کے منکر ہو جائیں، مثلاً جبر و قدر کا مسئلہ شریعت کا ایک اہم مسئلہ ہے، قرآن مجید میں بہت سی آیات اس کے متعلق آئی ہیں لیکن اس کے دونوں پہلو خطرناک ہیں اگر مان لیا جائے کہ آدمی کو کچھ اختیار نہیں، جو کچھ ہوتا ہے خداء ذوالجلال کے حکم سے ہوتا ہے تو شریعت کا تمام سلسلہ بیکار ہو جاتا ہے، کیونکہ جب انسان کو کچھ اختیار نہیں، تو اس کو کسی قسم کا حکم نہیں دیا جاسکتا، اس بنا پر عذاب و ثواب سب بیکار ہیں، بخلاف اس کے کہ اگر یہ مانا جائے کہ انسان بالکلیہ مختار ہے جو چاہے کرے، تو خداوند تعالیٰ پر اعتراض لازم آتا ہے، کہ اس نے انسان کو ایسا اختیار دیا ہے کہ وہ گناہوں اور برائیوں کا مرتکب ہوتا ہے، قرآن کریم میں دونوں قسم کی آیتیں موجود ہیں، بظاہر ان میں تناقص معلوم ہوتا ہے، اس قسم کے بہت سے مسائل ہیں اگر ان کی گرہ کشائی کی جائے تو سینکڑوں مشکلات پیدا ہو جائیں گی، عرفائے کاملین اس سے باخبر ہوتے ہیں لیکن ظاہر کرنا مصلحت کے خلاف سمجھتے ہیں، خواجہ حافظؒ فرماتے ہیں:

'مصلحت نیست کہ از پردہ بروں افتد راز،
ورنہ در مجلسِ رنداں خبر نیست کہ نیست'
(مناسب نہیں ہے کہ راز سے پردہ اٹھایا جائے
ورنہ رندوں کی مجلس میں کون ایسا ہے کہ باخبر نہیں۔)

اللہ جل شانہ نے بار بار اپنے کلام پاک میں وحدت ارشاد فرمائی ہے اور سالک راہ نے اس مقام تک عروج کیا، علم الیقین توحید وجودی کا تصور ہے، تو عین الیقین توحیدِ شہودی کا اور حق الیقین توحیدِ تنزیہی کا۔ غرض سب کی توحید حق تو یہ ہے کہ:

ہر چند تو اور نا توانی دیدن، او بتو اند بتو نمودن خود را
یعنی اگر چہ تم اس کو نہیں دیکھ سکتے،
لیکن وہ خود تم کو اپنے آپ دکھلا سکتا ہے، (۱۳)۔

☆

بالیں کتابوں کا ورق، عاشق عشق کی آگ میں

میرا نام ایکو یاد کریں، دوست کا پیغام ہے۔

(حضرت سچل سرمستؒ)

دیوان آشکار سے انتخاب

زمن اسرار عیان شد انا الحق میزنم برحق،

خیالم بین کہ سلطان شد انا الحق میزنم برحق۔

(مجھ سے اسرار سربستہ ظاہر ہو جاتے ہیں اور میں انا الحق کا نعرہ لگاتا ہوں، اور اس میں حق پر ہوں، دیکھو میری طبیعت میں شاہانہ جلال ہے، میں انا الحق کا نعرہ لگاتا ہوں اور اس میں حق پر ہوں)

☆

حسین بن منصور حلاجؒ کے متعلق

حضرت سچل سرمستؒ کا فارسی کلام معہ ترجمہ

☆

بَہر سُوئے بہر کُوئے بہَر جا یار مِی بِینَم،

شُعاعِ پَرتَو حُسنَش بَدَر دِیوار مِی بِینَم

میں ہر طرف اور ہر گلی میں اور ہر جگہ یار کو دیکھتا ہوں،

اس کے حسن کا جلوہ ہر در و دیوار میں دیکھتا ہوں۔

(حضرت سچل سرمستؒ)

{غزلیات کے بند}

کیفیت حال گوای دل منصور دار، این کہ سفینہ رواں چون توشکستی ما۔

(اے دل! منصور کی طرح حقیقت حال بیان کر کہ ہماری اس کشتی کو جو رواں دواں تھی تو نے کیسے توڑ ڈالا)۔

زمستی عاشقان در رقص آیند، زنند این نعرہ انا الحق الا۔

(عشاق جب جذب اور سرمستی کے عالم میں وجد کرتے ہیں تو انا الحق کا نعرہ لگاتے ہیں)۔

آشکار از خود برفتہ نعرہ انا الحق زدہ،

علم منصوری برآوردہ درین ایوان ما۔

(آشکار نے بے خود ہو کر انا الحق کا نعرہ بلند کیا اور منصوری علم ہمیں

کھینچ کراس مقام پر لے آیا)۔

برلب آشکارا مُہرزن زین گفتگو خاموش کن،

آواز منصوری فگن زاہد چہ داند حال ما۔

(اے آشکار! اپنے لبوں پر مہر لگا دے اور ایسی باتیں نہ کر

اور منصور کی طرح نعرہ نہ لگا، زاہد ہمارا حال کیا جانے)۔

من شدم او شد درین شکی نباشد زاہدا،

کون منصوری بکوبم اندرین ہر دوسرا۔

(اے زاہد! اس میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے کہ میں اور وہ ایک

ہو گئے ہیں، میں دونوں جہاں میں منصوری نقارہ بجاتا رہتا ہوں)۔

نعرہ اناالحق زدہ منصور اندر بے خودی،

رتبہء عاشق بود بر دار دیگر ہیچ نیست

(منصور نے بے خودی میں اناالحق کا نعرہ لگایا عاشق کی شان تو سولی پر

ٹکنا ہے اور کچھ نہیں)۔

خواجہ منصور قربان کرد جان در راہ عشق،

تا ہنوز آن قیل وقالش جا بجا و ہر کجاست۔

(خواجہ منصور نے اپنی جان کو راہِ حق میں قربان کر دیا اور آج تک ہر

جگہ اور ہر مقام پر اس کا چرچہ ہو رہا ہے)۔

چونکہ ما مست ایستم اناالحق کہ بگفتیم،

آن ہمان بود کہ گشتیم عیان را چہ بیان ست۔

(ہم روزِ الست سے مست ہیں اور اناالحق کا نعرہ لگاتے ہیں،

اصل حقیقت وہی ہے، جس کے مظہر ہم ہیں، جو بات عیاں ہے اس کو

بیان کرنے کی کیا ضرورت)۔

چو اینجا بود دار و نام منصور، کہ بر دارِ خدا شد این چہ باعث۔

(وہ جب یہاں تھا تو اس نے منصور نام رکھ لیا تھا،

کیا وجہ ہے کہ سولی پر بھی وہ خود چڑھ گیا)۔

از اناالحق ہمچو سلطان عشق،

نعرہء زد مظہر حلاج۔

(شہنشاہ عشق نے منصور کا روپ دھار کر اناالحق کا نعرہ لگایا)

راہ عشقش بجوی گردانی، دار عشاق راشدہ معراج

(تو اگر عقلمند ہے تو اس کے عشق کا طلبگار بن جا، سولی عشاق کی

معراج ہے)

شاہ منصور علم عشق برافراشتہ بود،

از فنا عافت بقا در دو جہان سلطان شد۔

(بادشاہ منصور (حلاج) نے عشق کا پرچم بلند کر دیا اور فنا سے بقا کے درجہ پر فائز ہو کر بادشاہ بن گیا)

فاش شد آن راز پنہان از زبان منصور وار،

ناگہان آن بحر اعظم موج خونی آورید۔

(وہ پوشیدہ راز منصور کی طرح زبان پر آ گیا اور اچانک اس بحر بے پایاں میں خون کی تغیانی آ گئی)

منصور واقف بود است زاین راز محرم گشتہ است،

جز نعرہ انا الحق شنود دیگر نہ از گفتار شد۔

(اس راز سے منصور آگاہ تھے بلکہ وہ محرم اسرار تھے اسی لئے ان کے منہ سے انا الحق کے علاوہ اور کوئی بات نہیں سنی گئی)

گاہ مُلا گاہ قاضی محتسب،

گاہ حلاج ست بہ چیز می شود۔

(کبھی ملا بنتا ہے، کبھی قاضی اور کبھی سپاہی، کبھی حلاج بنتا ہے اور رفت میں آ جاتا ہے)۔

غمزۂ عشقش ببیں چہ کار کرد،

خواجہ منصور را بر دار کرد۔

(دیکھئے اس کے عشق کے غمزوں نے کیا کر دیا، خواجہ منصور کو سولی پر چڑھا دیا)۔

مخمور ز جرعہ گشت منصور،

بیخود گشت رفت بر دار۔

(منصور صرف ایک گھونٹ سے مخمور ہو گیا اور ایسا بیخود ہوا کہ سولی پر چڑھ گیا)

خویش بشناس آشکار ونہاں،

کار آن کن کہ کرد شاہ منصور۔

(ظاہر خواہ باطن اپنے آپ کو پہچان اور وہ کام کر جو شاہ منصور حلاج نے کیا)

بین چہ نوبت عشق آن حلاج زد،

درمیانِ عاشقان شد نامور۔

(دیکھ منصور حلاج نے کس طرح عشق کا نقارہ بجایا اور عشاق میں نامور ہو گیا)

میزنم نعرہ انا الحق آشکار،

اندرین آخر زمان منصور وار۔

(میں اعلانیہ انا الحق کا نعرہ لگاتا ہوں، منصور کی طرح اس آخری زمانہ میں)

کوس منصوری بکوبم در جہان،

گر رود سر خوشترم باشد نثار۔

(میں دنیا میں منصوری نقارہ بجاؤں گا، اگر میرا سر چلا جائے تو اس قربانی پر میں خوش ہوں گا)

این سر عیان نمود منصور،
پس کرد پدید خواجہ عطار۔

(اس راز کو منصور نے فاش کیا، پھر خواجہ عطار نے اس کو بے نقاب کر دیا)

وقت حالت نیست ہر دم تا ندانم کی شود،
آشکارا ہمچو شہ منصور کن بر دار رقص۔

(ہر وقت حال طاری نہیں ہوتا اور نہ ہی یہ کہا جا سکتا ہے کہ، یہ کیفیت کب پیدا ہوگی، اے آشکار! تو شاہ منصور کی طرح سولی پر رقص کر)

کرد شہ منصور بر سر دار انا الحق ندا،
آشکارا پیش جانان سر فدائی میکنم۔

(شاہ منصور نے پھانسی کے تختے پر انا الحق کا نعرہ لگایا، اے آشکار! میں محبوب کے حضور میں سر قربان کرتا ہوں)

میزنم نعرہ انا الحق ہمچنین منصور دار،
بر سرِ دار ہمین دم سر فدائی میکنم۔

(جس طرح منصور نے سولی پر چڑھ کر انا الحق کا نعرہ لگایا اسی طرح اب میں بھی اپنا سر قربان کرتا ہوں)۔

این شیوہ ایست رندی معلوم شد برندان،
من از شراب وحد منصور وار مستم۔

(یہ رندی شیوہ ہے اور رندوں کو معلوم ہے، میں شراب وحدت سے منصور کی طرح مست ہوں)

نعرہ انا الحق زند خود را خود بشکند،
تہمتی بر او نہد من نیم و من نیم۔

(انا الحق کا نعرہ بھی خود ہی لگاتا ہے اور اپنے آپ ہی توڑتا ہے، لیکن الزام اس پر رکھتا ہے، میں نہیں ہوں میں نہیں ہوں)

گہ گدایم گاہ شاہم بے ہمہ گہ با ہم،
ورد انا الحق بخوانم کوس سلطانی زنم۔

(کبھی گدا ہوں، کبھی بادشاہ ہوں سب سے الگ بھی ہوں اور سب کے ساتھ بھی ہوں، انا الحق کا ورد کرتا ہوں اور شاہی نوبت بجاتا ہوں)

کن فاش آشکارا این سرّ انا الحق را،
کاندر سرِ منصوری خمار ہمی بینم۔

(اے آشکار! منصوری راز انا الحق کو ظاہر کر، کیونکہ میں منصور کے سر میں خمار دیکھتا ہوں)

بدستم داد آن پیر مغان ہین،
علم منصور در آخر زمانم۔

(دیکھ پیرِ مغاں نے میرے ہاتھ میں آخری زمانہ میں منصوری علم دے دیا ہے)۔

چو شور افگند اندر دلم عشق گواہ،
دست من آن دم نمانم۔

(جب عشق میرے دل میں شور برپا کرتا ہے، وہ گواہ ہے میں اس وقت موجود نہیں ہوتا)۔

نہان کن سرِ انا الحق مکن تو آشکارا ہم،
کہ اندر سرّ تو منصوری ہمان خماری بینم۔

(انا الحق کا راز مخفی رکھ اس کو ظاہر نہ کر کیونکہ میں تیرے سر میں وہی منصوری خمار دیکھتا ہوں)۔

زاہد طعنہ مزن منکہ الستی مستم،
در سرم از مئ منصور اثر می بینم

(اے زاہد! مجھے طعنہ نہ دے میں مستِ الست ہوں، میں اپنے سر میں منصوری مئے کا اثر دیکھتا ہوں)۔

افراختہ علم چو شاہ منصور،
آن بیرق رایت بدستیم۔

(شاہ منصور (حلاج) نے جو پرچم بلند کیا تھا وہی پرچم اب ہم نے ہاتھ میں لے لیا ہے)۔

وہ چہ شمشیر عشق را کہ کشیدہ منصور،
پرتو او بظہور رست ببین در دو جہان۔

(سبحان اللہ عشق کی تلوار جو منصور نے کھینچی دیکھ لو، اس کا جلوہ اب تک دونوں جہاں میں ظاہر ہے)

ہم خیال خضر از دل دور کن،
خویش را بدار چون منصور کن۔

(خضر کا خیال اپنے دل سے نکال دے، اپنے آپ کو منصور کی سولی پر کھینچ لے)

رفتی شو از میانہ فارغ شدی ز ہستی،
در عالم از انا الحق با بیخودی خبر کن۔

(تو جب بیچ میں سے ہٹ گیا تو گویا اپنی ہستی سے آزاد ہو گیا، بے خودی کی کیفیت میں اہل دنیا کو انا الحق کی رمز سے آگاہ کر)

اول شناس خود را پس آشکار دم زن،
از خانہ خود پرستی بیگانہ شو سفر کن۔

(پہلے اپنے آپ کو پہچان پھر علانیہ دعویٰ کر، خود پرستی کے گھر سے نکل کر سیاحت کر)

منصور یافت راہی زان راہ گشت شاہی،
نعرہ زنی بمنبر گردم شناختی تو۔

(منصور نے اصل راستہ پالیا تھا اور اسی وجہ سے وہ بادشاہ بن گیا تو بھی اگر اپنے دم کو پہچان لے تو منبر پر چڑھ کر نعرہ لگادے)۔

واقف شو از رموز دان افلاتبصرون،
یابندۂ راز گر از خود جویندۂ۔

(اسرار سے آگاہی حاصل کر اور افلاتبصرون کو سمجھنے کی کوشش کر، اور اگر اسے اپنے اندر تلاش کرے گا تو اسے پالے گا)۔

بادبو آفرین سرنکروی عیان،
نعرۂ اناالحق را در دم گویندۂ۔

(تجھ پر آفرین ہو کہ تو نے راز فاش نہیں کیا اور اناالحق کا نعرہ دم کے اندر لگاتا رہا)۔

اول از قول وفعل بگذر از مادمن،
گم شدۂ بعد ازان اناالحق گفتۂ

(خودی کو پہلے ترک کر، قولاً بھی عملاً بھی یعنی زبانی دعویٰ کر اور نہ اپنے عمل سے اس کا اظہار کر، پھر اناالحق کا نعرہ لگا کر معدوم ہوجا)۔

سر ہمیں آشکار کرد بعالم عیان،
کوس چو منصور زن ای اگر آشفتۂ۔

(آشکار نے اس راز کو دنیا میں ظاہر کردیا، اے دوست! تو اگر عاشق ہے تو منصوری نقارہ بجا)۔

نعرہ اناالحق زدہ منصور بردار رسید،
تیغ عشقش ناگہان بر شیخ عطار آمدہ۔

(اناالحق کا نعرہ لگا اور منصور بن کر سولی پر پہنچ جا، اچانک اس کے عشق کی تلوار شیخ عطار کے سر پر آگئی)۔

خواجہ بوالعباس با منصور بودہ ہم رفیق،
اندرین میدان عشقش یار با یار آمدہ۔

(خواجہ ابوالعباس منصور کے دوست تھے، عشق کے میدان میں دونوں دوست اکٹھے آئے)۔

شیخ ہیکل بود در بغداد شاگرد حلاج،

دست شست از زندگانی پس بسر دار آمده۔

(بغداد میں منصور حلاج کے شاگرد (مرید) شیخ ہیکل تھے، انہوں
نے زندگی سے ہاتھ دھویا اور سولی پر چڑھ گئے)۔

خود انا الحق زد ہمون خود دار خود منصور شد،

خود بخود مفتی و ملا خود بجولان آمده۔

(خود ہی انا الحق کا نعرہ لگایا، خود ہی سولی بنا اور خود ہی منصور بنا، خود ہی
مفتی اور ملا بنا اور خود ہی جولان میں آیا)۔

ہر آنکس رتبۂ منصور خواہد،

کند جان را جدا از جسم فانی۔

(جو شخص منصور کے مرتبہ کا طلبگار ہو وہ اپنے جسم فانی سے جان کو علحدہ
کر دے)

کہ سربازی نکرہ کس درین راہ،

چنین منصور کردہ پہلوانی۔

(کیونکہ اس راہ میں سر کی قربانی اس طرح کسی نے نہیں دی، جس
طرح منصور نے بہادری دکھائی)

ہمون در کسوت حلاج آمد،

زقتلی یافت عمر جاودانی۔

(وہ حلاج کے لباس میں آیا اور قتل ہو کر حیاتِ جاودانی حاصل کر گیا)

در مظہر حلاج عجب نعرۂ زدی،

باما بگو برای چہ بردار آمدی۔

(حلاج کی صورت میں جلوہ گر ہو کر عجیب نعرہ لگایا، مجھے بتا کہ سولی پر
کس لئے چڑھا تھا)۔

من مست شدم زمست جامی،

دانم نہ حلال نی حرامی۔

(میں ایک پیالہ سے مست ہو گیا، اب نہ حلال کو جانتا ہوں نہ حرام کو)

چون باین پایہ رسیدی حق شدی،

پس علم منصور رافراختی۔

(تو جب اس درجہ کو پہنچا تو حق ہو گیا، پھر منصوری علم بلند کر دیا)

☆

مستزاد

گاہے بسر دار زدہ نعرہ اناالحق، در مظہر منصور۔

(یہ بہر صورت نقصان کی بات تھی، کبھی سولی پر اناالحق کا نعرہ لگایا،
منصور کی صورت میں)

شور عشقش در دل منصور بیفتاد، بزدہ نعرہ اناالحق،
سرداد بسر من این گفتہ شنیدہ یار آن برکاب ست۔

(منصور کے دل میں محبوب کے عشق کا ولولہ پیدا ہوا، اور اس نے
اناالحق کا نعرہ بلند کیا، سولی پر چڑھا اور جان دے دی اس کا یہ نعرہ میں
نے اس وقت سنا تھا)۔

غزل

زمن اسرار عیان شد اناالحق میزنم برحق،
خیالم بین کہ سلطان شد اناالحق میزنم برحق۔

(مجھ سے اسرار سربستہ ظاہر ہو جاتے ہیں اور میں اناالحق کا نعرہ لگاتا
ہوں، اور اس میں حق پر ہوں دیکھو میری طبیعت میں شاہانہ جلال
ہے، میں اناالحق کا نعرہ لگاتا ہوں اور اس میں حق پر ہوں)

بموجا موج دریا یم حباب از آب برآیم،
ہمہ اسرار سرپا یم اناالحق میزنم برحق۔

(میں ایک متلاطم سمندر ہوں، اگرچہ حباب کی طرح سطح آب پر رہتا
ہوں، میں سراپا راز ہوں، میں اناالحق کا نعرہ لگاتا ہوں
اور اس میں حق پر ہوں)

کہ این تن جانان شد بعالم خان خانان شد،
ہمیں انسان رحمان شد اناالحق میزنم برحق۔

یہ جسم روح کی طرح پاک وصاف ہے اور دنیا پر حکمرانی کرتا ہے،
دراصل یہ انسان ہی رحمٰن ہے، اور میں اناالحق کا نعرہ لگاتا ہوں

اوراس میں حق پر ہوں)۔

ہمیں گفتار حق باشد ہمہ رفتار حق باشد،
ببین اسرار حق باشد انا الحق میزنم برحق۔

(میں جو کچھ کہتا ہوں اور کرتا ہوں وہی حق ہے، اور دیکھو میری گفتار اور رفتار اسرار حق کی آئینہ دار ہے، میں انا الحق کا نعرہ لگا تا ہوں اور اس میں حق پر ہوں)

شراب عشق می نوشم ز رندی جامہا پوشم،
خروشم گاہ خاموشم انا الحق میزنم برحق۔

میں عشق کی شراب پیتا ہوں اور رندی کا لباس پہنتا ہوں اور کبھی خاموش رہتا ہوں، میں انا الحق کا نعرہ لگا تا ہوں اور اس میں حق پر ہوں)

زمی توحید سرمستم کفر اسلام رابستم،
بمیخانہ شونشستم انا الحق میزنم برحق۔

(میں توحید کی شراب سے سرمست ہوں، میں نے کفر اور اسلام کو باندھ دیا ہے، میں جب میخانہ میں بیٹھتا ہوں تو میں انا الحق کا نعرہ

لگا تا ہوں، اوراس میں حق پر ہوں)

خیال ما معلی شد کجا سبحہ و مصلیٰ شد،
بتاریکی تجلی شد انا الحق میزنم برحق۔

(ہمارا خیال انتہائی بلندیوں پر پرواز کر رہا ہے، پتہ نہیں تسبیح اور مصلیٰ کہاں رہ گئے، تاریکی میں نور چمک اٹھا میں انا الحق کا نعرہ لگا تا ہوں اور اس میں حق پر ہوں)

نہ آدم ماند این جای نہ جسم و جان سرپائے،
نہ پیدا گشت اجزای انا الحق میزنم برحق۔

(یہاں نہ آدم ہے اور نہ جسم وجان اور سر اور پاؤں کا پتہ ہے، اور نہ ہی عناصر کا نام ونشان، میں انا الحق کا نعرہ لگا تا ہوں اور اس میں حق پر ہوں)

نہ دل دیدم نہ سر دیدم کہ خود را در بحر دیدم،
ازانجا ہم گذر دیدم انا الحق میزنم برحق۔

(میں ایسے مقام پر پہنچ گیا ہوں جہاں نہ دل نظر آیا نہ سر بلکہ خود کو غریق بحر پایا یعنی قطرہ سمندر میں سما گیا، پھر اس مقام سے آگے بھی گیا، میں انا الحق کا نعرہ لگا تا ہوں اور اس میں حق پر ہوں)

چنان گردید بیخبری نہ شام ولیل نہ سحرے،

نہقدری ماند نہ جبری انا الحق میزنم برحق۔

(بیخودی کی ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ، شام وسحر باقی ہے، نہ دن اور رات، نہ قدری اور جبری ٹھر سکے، میں انا الحق کا نعرہ لگا تا ہوں اور اس میں حق پر ہوں)

نہ ایمان و دین دیدم نہ افلاک و زمین دیدم،
ہمہ راز یر زیریں دیدم انا الحق میزنم برحق۔

(نہ دین وایمان نظر آئے اور نہ افلاک اور زمین، یہ سب میرے دموں کے نیچے تھے، میں انا الحق کا نعرہ لگا تا ہوں، اور اس میں حق پر ہوں)

کشیدم از سر برقعہ کہ پارہ فردہ ام خرقہ،
ندانم من زچہ فرقہ انا الحق میزنم برحق۔

(میں نے نقاب چہرہ سے ہٹا دیا اور خرقہ صوفیانہ کو پارہ پارہ کر دیا، مجھے پتہ نہیں ہے کہ میرا کس فرقے سے تعلق ہے، میں انا الحق کا نعرہ لگا تا ہوں اور اس میں حق پر ہوں)

زمی نوشیدہ ام جامی شدم از درد بدنامی،
کہ طشت افتاد ازبامی انا الحق میزنم برحق۔

(میں نے جام شراب نوش کیا اور عشق میں رسوا ہو گیا اور سارا راز فاش ہو گیا، میں انا الحق کا نعرہ لگا تا ہوں اور اس میں حق پر ہوں)

کشیدہ رو بہ بدنامی نہ بیدینم نہ اسلامی،
نہ سندی ہندی و شامی انا الحق میزنم برحق۔

(میں نے ملامت کشی اور رسوائی کی طرف رخ کیا ہے، میں ملحد نہیں ہوں، نہ مسلمان نہ سندھی ہوں نہ ہندی اور نہ شامی، میں انا الحق کا نعرہ لگا تا ہوں اور اس میں حق پر ہوں)۔

نمی دانم کہ بدنام شدہ در محویت نامم،
کہ گشتم بیخود از جامم انا الحق میزنم برحق۔

(جام شراب پینے کے بعد میں اس قدر بیخود اور بدمست ہو گیا ہوں کہ اب مجھے نہ اپنی رسوائی کا احساس ہے اور نہ اپنے ننگ و نام مٹ جانے کا، میں انا الحق کا نعرہ لگا تا ہوں اور اس میں حق پر ہوں)

کجائی آشکارا تو چہ ظاہر ہم چہ باطن او،
یقین دان یک بودنی سوا انا الحق میزنم برحق۔

(اے آشکار! تو کہاں ہے، ظاہر خواہ باطن وہی ہے، یقین کر کہ وہ ایک ہے دو نہیں ہے، میں انا الحق کا نعرہ لگا تا ہوں اور اس میں حق پر ہوں)۔

☆

غزل

کز خویش برستی بزن نعرہ اناالحق،
زنار گسستی بزن نعرہ اناالحق۔
(تو اپنے آپ سے آزاد ہوا، اناالحق کا نعرہ لگا، تونے زنار توڑ دیا،
اناالحق کا نعرہ لگا)

از خاک واز آب واز باد و آتش،
از جملہ گذشتی بزن نعرہ اناالحق۔
(تو اربع عناصر خاک، ہوا اور آگ کی تمام حدود توڑ کر نکل
گیا، اناالحق کا نعرہ لگا)

عشق ست رہ راست کہ از روز الست،
خوش راہ گرفتی بزن نعرہ اناالحق۔
(عشق کی راہ روز ازل ہی سے سیدھی راہ ہے، تونے اچھی راہ اختیار
کی ہے، اناالحق کا نعرہ لگا)

گفتار چہ رفتار از وہست نہ از تو،
خود ہیچ نگفتی، بزن نعرہ اناالحق۔
(گفتار ہو یا رفتار، یہ سب اس کی طرف سے ہے، تیری طرف سے
نہیں ہے تونے جو کچھ کہا وہ اپنی طرف سے نہیں، اناالحق کا نعرہ لگا)

دریست سخن عشق کہ از بحر دل آید،
چوں در بسفتی، بزن نعرہ اناالحق۔
(عشق کی بات ہے کہ ایک موتی کی مثال ہے جو دل کے سمندر سے
برآمد ہوا ہے تونے جب موتی پرو لیا تو اب اناالحق کا نعرہ لگا)

آشکار و نہان عار بود در دل و جان تو،
او ہست تو پستی بزن نعرہ اناالحق۔
(محبوب تیرے دل اور جان کے اندر بسا ہوا ہے، علانیہ خواہ پوشیدہ
محبوب ہے اور تو نہیں ہے اناالحق کا نعرہ لگا)

☆

غزل

ای دل تن محو کن بعد از آن نعرہ زن،
قلعہ ہستی شکن بعد از آن نعرہ زن۔

(اے دل! اپنا جسم (مادیت) ہٹا دے، اس کے بعد نعرہ لگا، خودی کا قلعہ توڑ دے اس کے بعد نعرہ لگا)

کار تو مردان کنی بیخ دوئی بشکنی،
بگذر از ماؤ من بعد از آن نعرہ زن۔

مردوں کا کام کر، دوئی کی جڑ کاٹ دے، ماؤ من (میں اور میرا، خودی) سے گذر جا، اس کے بعد نعرہ لگا)

باش تو منصور وار منزلی کن سوی دار،
تا رہی از جان و تن بعد از آن نعرہ زن۔

(تو منصور کی طرح بن جا اور اپنی منزل سولی کے تختہ کو بنا، تا کہ تو جسم اور جان سے آزادی حاصل کر سکے اس کے بعد نعرہ لگا)

جلوہ او جا بجا بنگر تا ہر کجا،
پردہ ز رخ بر فگن، بعد از آن نعرہ زن۔

(جدھر چاہے دیکھ لے اس کا جلوہ ہر جگہ ہے، چہرہ سے نقاب الٹ دے، اس کے بعد نعرہ لگا)۔

گفتہ این کردیارنی بود از آشکار،
بیرون شوی از بدن، بعد از آن نعرہ زن۔

(یہ آشکار کی باتیں نہیں ہیں بلکہ محبوب کی ہیں، تو اپنی مادیت سے نکل آ، اس کے بعد نعرہ لگا)

☆

غزل

نعرہ انا الحق بزد در وصف منصور شاہ،

آن دم ما میزنم اندر آخر زمان۔

(شاہ منصور نے لوگوں کے مجمع میں کھڑے ہو کر انا الحق کا جو نعرہ بلند کیا تھا، وہی دعویٰ اس آخر زمانہ میں ہم بھی کرتے ہیں)

خواجہ حلاج را پای بزنجیر شد،

بہر تماشای آن جمع شدہ مردمان۔

(خواجہ منصور حلاج کے پاؤں میں زنجیر ڈال دی گئی اور لوگ تماشہ دیکھنے کے لئے جمع ہو گئے)

مامون شدہ حکم کرد نعرہ زنان را کشید،

نعرہ زنِ او بود بشنو ای مفتیان۔

(مامون ہو کر حکم دیا کہ نعرہ لگانے والوں کو قتل کر دو، اے مفتیو! سنو نعرہ لگانے والا تو خود ہی ہے)

زود کشیدند بدار آن محک العاشقین،

میزدند آن سنگہار برسر او قاضیان۔

(اس برگزیدہ عشاق کو جلدی ہی سولی پر کھینچ لیا اور قاضیوں نے اس کے سر پر پتھر برسائے)

قاضی و مفتی کجا ہر طرف خود خدا،

کار ہمہ او کند تہمت بر ملیان۔

(قاضی اور مفتی کہاں تھے، ہر طرف خود خدا تھا، تمام کام وہ خود ہی کرتا ہے اور تہمت ملاؤں پر رکھتا ہے)

قسم بخدا می کنم نیست بجز حکم او،

گاہ شود میربان گاہی از قہریان۔

(میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اس کے حکم کے سوا کچھ نہیں ہوتا، کبھی مہربان ہوتا ہے، کبھی نامہربان ہوتا ہے)

☆

غزل

گر طلبی عشق او سر بسرِ دارده،

از سری بیزار شو سر بسرِ دارده۔

(تو اگر عشق کا طلبگار ہے تو سر سولی پر چڑھا دے، اپنے سر سے لاتعلق ہو جا اور سر سولی پر چڑھا دے)

طامع سر خود مشو بر رسنِ داررد،

دست زوارین شو سر بسرِ دارده۔

(اپنے سر کا لالچ نہ کر دار و رسن پر چلا جا، دونوں جہاں سے ہاتھ دھو لے اور سر سولی پر چڑھا دے)

رو در باز عشق باش خریدار عشق،

حرف انا الحق بگو سر بسرِ دارده۔

(عشق کے بازار میں جا اور عشق کا خریدار بن، انا الحق کی بات کر اور سر سولی پر چڑھا دے)

عاشق افگار شو طالب دیدار شو،

بر رہِ عشقش برو سر بسرِ دارده۔

(عاشق دلریش بن اور دیدار کی طلب کر، اس کے عشق کے راستے پر چل اور سر سولی پر چڑھا دے)

آشکارا شو خموش خویش بیکجا روش،

خود بین ہرگز مشو سر بسرِ دارده۔

(اے آشکار! خاموشی اختیار کر اور اپنے کو صرف ایک جگہ نہ کھینچ خود بینی نہ کر اور سر سولی پر چڑھا دے)۔

☆

مستزاد

آن راز نہان از لب منصور عیان شد، بردند بسر دار۔

(وہ راز مخفی منصور کے منہ سے ظاہر ہوا، اس کو سولی پر لے گئے)

این نرہ شنیدہ ہمہ عالم بگمان شد، لیکن بدخود یار۔

(یہ نعرہ سن ساری دنیا قیاس وگمان کرنے لگی، لیکن تھا وہ خود محبوب)

آن کیست کہ ناگاہ بزد کوس انا الحق، حلاج نبودہ،

(وہ کون ہے جس نے اچانک انا الحق کا نقارہ بجایا، وہ حلاج نہیں تھا)

دانی کہ بہ تحقیق ہم از شاہ شاہان شد، این سر ز اسرار۔

(یقین کر کہ وہ خود شہنشاہ سے سرزد ہوا تھا، یہ راز ہے)

برخاست یکی موج از آن دریا خونی، در گونا گونی،

(ایک موج اٹھی دریائے خونی سے، جو گونا گوں تھی)۔

در بیخودی آورد ہمان را کہ ہمان شد، از ہر ہمہ بیزار۔

(جس کو بیخودی میں لے آئی، وہ ہر چیز سے بیزار ہو گیا)۔

یک دیوان گفتہ حق ظاہر شد امروز، در خندہ سر افگندہ،

(ایک دیوانہ نے کہا کہ آج حق ظاہر ہو گیا، یہ کہ کر ہنسنے لگا)۔

بیخود ہمہ گشتند از داین کہ بیان شد، چہ مست چہ ہوشیار۔

(اس کی یہ بات سن کر سب بیخود ہو گئے، کیا مست اور کیا ہوشیار)۔

او بار دگر گفت خدارا کہ بہر قتل، محکم بگرفتندش،

(وہ پھر خدا کو قتل کرنے کی بات کرنے لگا، لوگوں نے پکڑ کر اس کو باندھ دیا)

ہی ہای کنان پا سر عیان دوان شد۔ وای صدوای اشکبار۔

(وہ ہائے ہائے کرتا ہوا ننگے سر اور ننگے پاؤں دوڑنے لگا، روتا ہوا، افسوس صد افسوس)۔

اول ببریدند دوستش پس زان سر، از وی خون چکیدہ،

(پہلے اس کے دونوں ہاتھ کاٹ دیئے پھر سر کاٹ لیا، اس کا خون ٹپکنے لگا)۔

افتاد شو خنش بزمین تیز روان شد، رو کرد بہ بازار۔

(جب اس کا خون زمین پر گرا تو تیزی سے بہنے لگا، اور بازار کی طرف رخ کیا)۔

از ہر قطرہ خون اسم اللہ مقرر، چون کاتب بنوشہ،

(اس کے خون کے ہر قطرہ سے اللہ کا نام لکھا جاتا تھا، جیسے کاتب نے لکھا ہے)

ہر کس در حیرانی ہم سرگردان شد، شہ دیدار پدیدار۔

(ہر شخص حیران اور سرگرداں تھا، کیونکہ یہ نظارہ ظاہر دیکھا جاتا تھا)

آوازہ انا الحق ز سرش می شد ہر دم، از جسم جدا بود،

(اس کے سر سے ہر وقت انا الحق کی آواز نکلتی تھی، جو جسم سے الگ تھا)

آن بود ہمان بودہ غوغا بجہان شد، خود بودہ تکرار۔

(یہ سب کچھ ہو رہا تھا کہ دنیا میں غلغلہ پڑ گیا، وہ خود ہی بات کو دہرا رہا تھا)۔

در آتش سوزان شد آن جملہ خلائق، پس اندر دریا،

(ان لوگوں نے اس کو آگ میں ڈال دیا، پھر دریا میں ڈال دیا)

از بحر انا الحق انا الحق عیان شد، آشکار حق اظہار۔

(دریا سے انا الحق انا الحق کی آوازیں آنے لگیں، اے آشکار! حق ظاہر ہو گیا)

☆

این سخن عشق ست نے از شاعری ست،

یہ عشق کی باتیں ہیں شاعری نہیں ہے۔

جز محبت ہمہ است گمراہی، ای بجز درد زندگیست عذاب۔

اے دوست محبت کے بغیر ہر بات گمراہی کی بات ہے، اور درد کے بغیر زندگی عذاب ہے۔

(حضرت سچل سرمستؒ)

کتابیات:

(۱) حسین بن منصورؒ، مؤلفؒ عبدالغفار بھٹو، علی مرتضیٰ پبلیکیشن کراچی ۲۰۰۵ء ص ۴۲ تا ۴۶، ۸۲، ۸۵، ۹۵، ۱۵۹،

(۲) حضرت سہل بن عبداللہ تُستریؒ نے قرآن پاک کی جو تفسیر لکھی ہے، وہ تفسیر تُستری کے نام سے مشہور ہے، یہ تفسیر تصوف کے رنگ میں لکھی جانے والی چار تفسیروں میں سے ایک ہے۔ نفحاتُ الانس: مؤلف حضرت مولانا عبدالرحمان جامیؒ، اردو ترجمہ: حضرت شمس بریلویؒ، ناشر: پروگریسو بکس اردو بازار لاہور، جولائی ۱۹۹۸ء ص: ۲۱۰، ۳۱۵، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۴، (۲) پس دیگر بار حسین را برودند تا بردار کند صد ہزار آدمی گرد آمدند واو چشم گردی آوردمی گفت 'حق حق حق اناالحق' تذکرۃ الاولیا باب ۳ صفحہ ۱۴۳، مرتبہ پروفیسر نکلسن طبع لندن (بحوالہ نفحات الانس ص ۳۶۹) ۳۱۵، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۴، ۳۱۵۔

(۲۔الف شیخ حسین بن منصور حلاجؒ کا ایک مرید ہیکلؒ نامی تھا، اس کو بھی حلاجؒ کے ساتھ قتل کردیا گیا، مرنے کے بعد وہ شاگردِ حسین کے نام سے مشہور ہوا (ص۳۱۸)۔

(۲۔ب) شیخ ابولعباس بن عطائیؒ قدس سرہ شیخ منصور حلاجؒ کے سبب سے قتل کرائے گئے، آپ کو ماہ ذیقعدہ ۳۰۹ھ میں قتل کیا گیا، بعض تذکرہ نویسوں نے لکھا ہے کہ آپ بعہد قاہر باللہ ۳۱۱ھ میں قتل کئے گئے، قتل کا باعث یہ ہوا کہ جس وزیر کے حکم سے شیخ حلاجؒ کو قتل کیا گیا تھا اسی نے شیخ عطائیؒ سے کہا کہ تم حلاج کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ وہ قابلِ دار تھا یا نہیں؟۔ شیخ عطائیؒ نے فرمایا کہ تمہارے پاس اس قدر مال ومتاع ہے کہ ہر وقت اسی میں مشغول رہتے ہو اور اس کا بار تم سے نہیں اٹھتا، پہلے لوگوں سے بجبر وتعدی لیا ہوا مال واپس کردو پھر مجھ سے سوال کرنا، وزیر نے کہا اچھا ہم پر تعریض کررہے ہو۔ اس کے بعد اس نے حکم دیا کہ ان کے ایک ایک کرکے دانت نکال لو اور سب دانت ان کے سر میں ٹھونک دو، ایسا ہی کیا گیا اور آپ اسی صدمہ سے انتقال کر گئے) ص:

(۳) تذکرۃ الاولیائ: تالیف حضرت شیخ فریدالدین عطارؒ

ناشر: گوہر پبلیکیشن، راجپوت مارکیٹ اردو
باز [illegible] ۲۔
(۴) تذکرۃ مشائخ قادریہ، تالیف: محمد کلیم قادری، ناشر، نوری کتب خانہ
لاہور، ۲۰۰۱ء ص۹۱،
(۵) کشف المحجوب: حضرت ابوالحسن سید علی بن عثمان ہجویریؒ اردو
ترجمہ، علامہ
فضل الدین گوہر، ناشر۔ ضیاءُ القرآن پبلیکیشنز
لاہور، تیئیسویں بار۔ ص:۲۲۶، ۱۲۴، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۹۳ [وضاحت: توکل
ذات باری کے ساتھ معاملات کا نام ہے، اور تزکیہ باطن خدا پر اعتماد کرنے کا
نام ہے، اتنی عمر علاج باطن پر صرف کرنے کے بعد اتنی عمر اور چاہیئے تاکہ علاج
ظاہر بھی ہو سکے، دو عمریں تلف ہو جائیں اور نشان حق سے بہرہ یابی ابھی باقی
ہو۔ ص، ۲۹۳]، ۳۵۰، ۳۵۱، ۲۲۸، ۲۲۹۔
(۶) کشف المحجوب: حضرت ابوالحسن سید علی بن عثمان ہجویریؒ، سندھی
ترجمہ، عطا محمد حامی، ناشر سندھی ادبی بورڈ [illegible] ۱۰۱،
(۷) تذکرہ مشائخ نقشبندیہ، مصنف علامہ نور بخش توکلی، مشتاق بوک کارنر،
الکریم مارکیٹ، اردو بازار لاہور [illegible] ۳۲۴، ۳۲۴۔
(۷۔الف) مکتوبات امام ربّانی، مجدّد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی
فاروقیؒ، مترجم، مولانا قاضی عالم الدین نقشبندی مجدّدیؒ، ناشر اسلامی کتب خانہ
اردو بازار لاہور جلد اول مکتوب ۲۸۶، ص:۷۰۹۔ بحوالہ: تذکرہ مشائخ
نقشبندیہ، مصنف علامہ نور بخش توکلی، مشتاق بوک کارنر، الکریم مارکیٹ، اردو
بازار لاہور، ص:۳۱۱، ۳۱۲)۔ مکتوبات امام ربانی، مجدّد الف ثانی حضرت شیخ
احمد سرہندی فاروقیؒ، (جلد ثانی، مکتوب ۹۵)۔ بحوالہ۔ تذکرہ مشائخ
نقشبندیہ، مصنف علامہ نور بخش توکلی، مشتاق بوک کارنر، الکریم مارکیٹ، اردو
بازار لا [illegible])۔
(۸) شاعرِ حق نوا، آفاق صدیقی، ناشر ثنا اکیڈمی کراچی سندہ، اپریل ۱۹۸۶ء
ص ۲۴۲،
(۹) تاریخ مشائخ چشت: مصنف خلیق احمد نظامی، مشتاق بوک کارنر الکریم
مارکیٹ اردو بازار لا [illegible] ص
(۱۰) سندھ کے فارسی شعراً (انگریزی) ڈاکٹر سدا رنگانی، سندھی ادبی
بورڈ ۱۹۸ [illegible] ء ص [illegible]
(۱۱) عطارؒ تاتاریوں کے حملے کے وقت شہید ہوئے تھے، ایک تاتاری سپاہی
ان کو گھر سے پکڑ کر مقتل لے گیا، اس وقت شیخ سکر اور استغراق کے عالم میں
تھے، سپاہی کو دیکھ کر کہنے لگے، کہ 'پشمینہ کی ٹوپی پہن کر، کمر باندھ کر، گھوڑے
پر سوار ہو کر مشرق سے آیا اور سمجھتا ہے کہ میں تجھے نہیں پہچانتا' سپاہی نے کچھ بھی
نہیں سمجھا اور تلوار مار کر شہید کر دیا)۔
(۱۲) کتاب ہشت بہشت، اسرار الاولیائ: ملفوظات حضرت فریدالدین
مسعود گنج شکر، مرتبہ: خواجہ بدرالدین اسحاقؒ، مترجم، عنصر صابری، پروگریسو
بکس، یوسف [illegible] غزنی اسٹریٹ اردو بازار لاہور ص
(۱۳) مشعلِ راہ: حضرت شاہ محمد عبدالشکور قادری چشتی جہانگیریؒ کے حالات
اور ارشادات) مؤلف: جمیل احمد شاہ شکوری قادری کراچی، ستمبر ۲۰۰۶ء
ص ۲۹۴، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۴، ۳۰۲، ۳۰۴، ۳۰۔
(۱۴) رسالہ روحی: حضرت سلطان باہو قدس اللہ سرہ العزیز، منجانب حضرت

محمد منیب سلطان، فرزند سجادہ نشین دربار اقدس، ملنے کا پتہ: ایس ایم جمال سروری قادری سلطانی ڈپٹی ڈاریکٹر محکمہ فنی تعلیم راولپنڈی، نزد مسجد ہجویری چکوال،ص،۲۔

☆

چون وگوئی کہ دوست پنہان ست، یار را جا بجا ہمی بینی۔

توکس طرح کہتا ہے کہ محبوب پوشیدہ ہے، جبکہ اس کو ہر جگہ اور ہر مقام پر دیکھ رہا ہے۔

پیچ راہش این بود بودن تو آن بودن خداست،
تا ازین یک مشت خاک بادشاہ یافتی۔
اس کی راہ کا موڑ یہ ہے کہ تیرا وجود خدا کی دلیل ہے،
اور اس مشتِ خاک سے تو اس بادشاہ تک رسائی حاصل کرلے گا۔

ای مرغ ہدہد بسلیمان باز گو، کز ملک دیگری تو خبردار آمدی۔

اے ہدہد!
حضرت سلیمان علیہ السلام کو پھر بتادے کہ تو
ایک دوسرے ملک کی خبر لے آیا ہے۔

(حضرت سچل سرمستؒ)

پروفائیل:

نام: بیدل مسرور بدوی۔
ولدیت: فقیر غلام علی مسرور بدوی۔